ماہِ صیام کے لیل ونہار
موسمِ رحمت و نور
محمد محبوب الرسول قادری

محمد محبوب الرسول قادری

بزمِ انوارِ رضا

۴/۱۹۸ - جوہر آباد (پنجاب) پاکستان

نام کتاب ــــــــــ موسم رحمت و نور

(ماہ صیام کے لیل و نہار)

مصنف ــــــــــ محمد محبوب الرسول قادری

تقدیم ــــــــــ پروفیسر صاجزادہ محمد آصف ہزاروی

پروف ریڈنگ ــــــــــ قاری محمد علی قادری

کمپوزنگ ــــــــــ شہباز احمد

فائیوسٹار کمپوزنگ سنٹر اردو بازار لاہور

سرورق ــــــــــ محمد حسین چشتی

بار اول ــــــــــ رمضان المبارک 1418ھ

ناشر ــــــــــ بزم انوار رضا۔ 4/198 جوہر آباد

پوسٹ کوڈ نمبر 41200

قیمت ــــــــــ 50 روپے

ملنے کے پتے

- مرکزی دفتر عالمی دعوت اسلامیہ 1۔ فصیح روڈ، اسلامیہ پارک لاہور۔
- انوار رضا لائبریری 4/198 جوہر آباد ضلع خوشاب

حسن ترتیب

حسن ترتیب

حسنِ ترتیب

عنوانات صفحہ نمبر

الاھداء

میں اپنی اس کاوش کو دنیائے اسلام کے عظیم علمی و روحانی بزرگ، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، نائب غوث اعظم فی الہند الشاہ امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیضان کے امین اور اپنے شیخ طریقت حضرت شیخ الاسلام والمسلمین، حجۃ الکاملین، شیخ المشائخ علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری الازہری دامت برکاتہم القدسیہ زیب سجادہ درگاہ عالیہ بریلی شریف (بھارت) کی ذات گرامی سے منسوب کرتا ہوں۔

؎ گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد محبوب الرسول قادری

محقق العصر، مفکر اسلام، امیر اہلسنت، حضرت علامہ

مفتی محمد خان قادری

مرکزی امیر، عالمی دعوت اسلامیہ

الحمد لله رب العامین والصلوة والسلام علی رحمه للعالمین وعلی الانبیاء والمرسلین وعلی ملائکته المقربین وعلی اله واصحابه اجمعین

اللہ تعالیٰ نے رمضان المبارک میں حضور ﷺ پر قرآنی وحی کا آغاز فرما کر آپ ﷺ کو اعلان نبوت کا حکم دیا، اس امت کے لئے قرآن اور صاحب قرآن ﷺ اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمتیں ہیں جن پر اپنے خالق و مالک کا شکر گزار ہونا لازم و فرض ہے۔ کیونکہ یہ نعمتیں کسی اور امت کو کہاں میسر ہوئیں؟ یہی تو وہ کتاب و نبی ﷺ ہیں جو آخری ہیں، ان کے بعد اللہ تعالیٰ نے تا قیامت نزول شریعت اور نبوت کا دروازہ بند فرماتے ہوئے فرمایا۔

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی اور میں نے تمہارے لئے اسلام کو بطور دین منتخب فرما دیا۔

گویا رمضان المبارک کے روزے، قرآن اور اعلان نبوت محمدیہ پر جشن کی بھی صورت ہے، اس میں یہ بھی سبق ہے کہ مومن حالت خوشی میں اپنے خالق کی طرف زیادہ راغب ہوں، اپنے مقصد تخلیق کو پہچاننے کی کوشش میں رہے۔ سورۃ نصر میں ارشاد فرمایا گیا جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت و فتح نصیب ہو اور لوگ فوج در فوج اللہ کے دین کو قبول کرلیں تو

فسبح بحمد ربک واستغفرہ ؕ انہ کان توابا — اپنے رب کی حمد و تسبیح کرو اور اس سے مغفرت مانگو وہ نہایت ہی رحمت و مہربانی فرمانے والا ہے۔

اگر آدمی رمضان المبارک کو اسلام کی تعلیمات کے مطابق گزارے تو پورا سال بلکہ ساری زندگی میں تبدیلی وانقلاب آسکتا ہے، رمضان المبارک کے دامن میں کیا کیا رحمتیں، برکات اور بہاریں ہیں ان کو جانے بغیر اس سے صحیح طور پر لطف اندوز نہیں ہوا جا سکتا ہمارے فاضل نوجوان محبوب الرسول قادری مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس موضوع پر کافی مواد جمع کر کے ان بہاروں کو سامنے لانے کی کوشش کی ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو رمضان شریف کی قدر کی توفیق دے اور ان کی اس کوشش کو سرمایہ آخرت بنا دے۔

دعاگو

اسلام کا ادنیٰ خادم

محمد خاں قادری

جامعہ اسلامیہ لاہور

تقدیم

ادیب اہلسنّت' جگر گوشہ حضرت شیخ القرآن' علامہ صاحبزادہ

پروفیسر محمد آصف ہزاروی

شعبہ اسلامیات' گورنمنٹ شالیمار کالج لاہور۔

تاریخ عالم شاہد ہے کہ ہر قوم نے کسی نہ کسی مقصد کے تحت روزہ کو کسی نہ کسی شکل میں ضرور اختیار کیا۔ لہٰذا بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ صرف روزہ ایک ایسی عبادت ہے جو دنیا کی قدیم و جدید اقوام اور مذاہب کی مشترکہ عبادت ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام ہر قمری مہینے کی 13' 14 اور 15 تاریخ کو روزہ رکھتے تھے۔ ان ایام کو "ایام بیض" کہا جاتا ہے۔ احادیث مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے بھی "ایام بیض" کے روزے رکھے۔ اولیاء عظام کی سوانح حیات کے مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ صوفیاء کرام باقاعدگی سے ان ایام کی روزے رکھتے رہے ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متعلق مذکور ہے کہ آپ نے سیلاب کے خاتمہ پر کشتی سے باہر نکلنے کے بعد تشکر کے طور پر قربانی ادا کی اور نے مسلسل ایک ماہ تک روزے رکھے۔ حسن اتفاق سے یہ ماہ مبارک بھی رمضان ہی تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت اسحاق علیہ السلام' حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق بھی روایات میں

لکھا ہے کہ وہ روزے رکھا کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام ایک دن چھوڑ کر دوسرے دن روزہ رکھا کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بنی اسرائیل کو مصریوں کی غلامی سے اللہ تعالیٰ نے نجات دلائی تو حکم الٰہی سے آپ شریعت کے حصول کے لئے کوہ طور پر تشریف لے گئے اور وہاں اعتکاف کیا اور مسلسل ایک ماہ تک روزے رکھے پھر مزید دس روزے رکھنے کا حکم ملا' یوں آپ کا چلہ پورا ہوا' اس طرح آپ کی امت چالیس روزوں کی پابند رہی ہے۔ آپ کے پیروکاروں پر چالیسویں دن کا روزہ فرض رہا کیونکہ چلہ موسوی کا چالیسواں دن محرم کی دسویں تاریخ کو تھا۔ جس روز آپ کو بارگاہ ربانی سے احکام عشرہ تورات کی شکل میں ملے۔ چنانچہ تورات میں جہاں دیگر عبادات کا ذکر ملتا ہے وہاں اس دن کا خصوصی طور پر تذکرہ کیا گیا ہے' یہ عاشورہ کا دن تھا۔

ظہور اسلام سے قبل اہل عرب اس روزہ کی اہمیت سے خوب واقف تھے۔ صحابہ کرام جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہاں یہود اس دن روزہ رکھا کرتے تھے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مسلمانو! تم بھی اس روز روزہ رکھو بلکہ ساتھ ہی نویں یا گیارہویں محرم کا روزہ رکھنے کا ارشاد ہوا تاکہ یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ ہو۔ یہود 24 گھنٹے کا روزہ رکھتے' سحری کے وقت کچھ نہیں کھاتے تھے لیکن صحابہ کرام سحری کو کھانا کھاتے یوں بھی ان میں اور یہود میں امتیاز ہو جاتا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک دن روزہ رکھتے اور دو دن کھاتے پیتے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پیروکاروں کے لئے بھی رمضان کے تیس روزے فرض تھے' بعض راہب آج کل بھی دو دو' تین تین دن کے روزے کے قائل ہیں۔

سامی مذاہب کی طرح غیر سامی مذاہب میں بھی روزہ رکھنے کا تصور ملتا ہے۔ آتش پرستوں کے ہاں روزہ کا عجیب و غریب تصور پایا جاتا ہے کہ صرف مذہبی پیشوا روزہ رکھنے

کے پابند ہیں، عوام روزہ سے مستثنیٰ ہیں۔ یونانیوں میں صرف عورت کے لئے روزہ رکھنا ضروری ہے، مرد پر اس کی کوئی پابندی نہیں ہے۔ چینیوں کا ایک روزہ سات دن کا ہوتا تھا۔ ہندو ازم میں روزہ (برتھ) صرف برہمنوں کے لئے ہے، ویش، شودر اور کھتری روزہ نہیں رکھتے۔ ہندو عورتیں سال میں صرف ایک مرتبہ اپنے شوہر کی درازی عمر کے لئے برت پون ماشی رکھتی ہیں۔ بعض اقوام میں روزے کا تصور یوں بھی ملتا ہے کہ حالت صوم میں جوس، پھلوں کا رس وغیرہ پی سکتے ہیں، ثقیل غذا ممنوع ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل کلام یہ ہے کہ روزہ ہر قوم اور مذہب کی تاریخ کا حصہ رہا ہے لیکن اس کی حیثیت و ہیئت مختلف رہی ہے، مقاصد اور نصب العین میں فرق ہے۔ قدیم قومیں ماتم، سوگ کی علامت، اپنے گناہوں کے کفارہ، توبہ اور استغفار کے لئے روزہ رکھتی تھیں۔ لیکن اسلام وہ واحد دین فطرت ہے جس نے ان تمام مذاہب کے نصب العین سے بالکل منفرد، جداگانہ اور مختلف تصور دیا ہے۔ "انسائیکلو پیڈیا آف جیوز" کا مقالہ نگار لکھتا ہے "یہودی اور عیسائی بطور کفارہ گناہ توبہ کی خاطر یا پھر ایسے ہی دوسرے مقاصد کے لئے روزے رکھتے تھے اور ان کا روزہ محض رسمی نوعیت کا ہوتا یا پھر قدیم ایام میں روزہ ماتم کے نشان کے طور پر رکھا جاتا تھا مگر اسلام نے اس میدان میں بھی انسانیت کو روزے کے ذریعے ایک تربیت کا نظام دیا۔"

دین اسلام کو دیگر سامی اور غیر سامی مذاہب پر جہاں کئی پہلوؤں سے فوقیت ہے وہاں سب سے بڑی اور نمایاں خصوصیت یہ بھی ملی ہے کہ اسلام میں روزہ ماتم کے طور پر یا رسمی علامت کی حیثیت سے نہیں رکھا جاتا بلکہ اسلام کے ارکان میں روزہ فرد کی اصلاح و تربیت کے لئے اپنے اندر حیرت انگیز خصوصیات لئے ہوئے ہے، تربیت نفس، تزکیہ قلب، ظاہری و باطنی طہارت اور قوت ایمانی کے لئے اس سے زیادہ موزوں اور کوئی عبادت نہیں ہے۔ روزہ مسلمانوں کو نظم و ضبط اور ڈسپلن کی تربیت دیتا ہے۔ اس کے ذریعے انسان کے اندر، آخرت کی موجودگی، اس میں حساب و کتاب کے لئے پیشی اور جوابدہی کا شعور پوری طرح اجاگر ہو جاتا ہے۔

دیگر مذاہب کے ہاں محض کھانے پینے سے بچنا، جنگل میں اکیلے بیٹھ کر ریاضت میں اپنے آپ کو مصروف رکھنا وغیرہ روزے کا اصل مقصد سمجھا جاتا ہے۔ بعض مذاہب میں روزہ رکھنے کے لئے موسموں کا لحاظ بھی رکھا جاتا ہے۔ من پسند ایام میں روزہ رکھنے کو ترجیح دی جاتی ہے، کئی ایسے مذاہب بھی ہیں جن میں حالت صوم میں عورت سے دور رہنے کی کوئی پابند نہیں۔ ان کے برعکس اسلام میں جو دین فطرت ہے، عین فطرت کے اصولوں کے مطابق روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ روزہ محض جسمانی تکلیف اور راہبانہ سختی کی بجائے جسمانی صحت اور روحانی بالیدگی کا باعث ہے۔ معذور لوگوں کو مثلاً مسافر، حائضہ ونفاس زدہ اور مریضوں کے لئے رعایت موجود ہے تاکہ بعد میں قضا ادا کر دی جائے اور فطرت کے اصولوں پر بھی عمل ہو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس عبادت کو مشکل اور بوجھ سمجھ کر ترک کر دیا جائے۔

اسلامی کردار کی تشکیل میں روزہ حیرت انگیز انقلابی تاثیر رکھتا ہے۔ روزہ سے اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکت پر ایمان مضبوط ہوتا ہے، اس کی صفات حسنہ کا ادراک حاصل ہوتا ہے۔ روزہ اسلامی مساوات کا عملی مظاہرہ بھی ہے، امیر وغریب سب کے لئے یکساں طور پر کھانا پینا بند ہو جاتا ہے، جس سے جذبہ اخوت و ترحم پیدا ہوتا ہے اور ملت اسلامیہ میں ہم آہنگی اور وحدت کی فضا بھی پیدا ہو جاتی ہے۔

اہل سنت کے معروف ادیب اور نکتہ داں خطیب برادرم ملک محبوب الرسول قادری کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے۔ قومی اخبارات کے ملی، مذہبی اور ادبی ایڈیشنوں میں آپ کی تحریریں عموماً منظر عام پر آتی رہتی ہیں۔ زیر نظر کتاب ''موسم رحمت ونور'' (ماہ صیام کے لیل ونہار) بھی آپ کے انہی مضامین کا ایک ایسا مجموعہ ہے جس میں رمضان المبارک کے حوالے سے چھپنے والے مضامین کو قارئین کی سہولت کے لئے یکجا شائع کیا گیا ہے۔ یہ مجموعہ مضامین آج تک رمضان المبارک کی نسبت سے شائع ہونے والی کتب میں اس لحاظ سے منفرد حیثیت کا حامل ہے کہ اس میں نہ صرف روزہ، تراویح، اعتکاف اور صدقہ فطر کے مسائل پر سیر حاصل گفتگو کی گئی

ہے بلکہ عصر حاضر میں رمضانؐ میں پیش آنے والے مسائل کو بھی زیر بحث لایا گیا ہے۔

برادرم ملک محبوب الرسول قادری کی تحریر میں جو بہت اہم بات ہے اور سب سے پہلے قاری کو نظر آتی ہے وہ یہ کہ ان کا انداز تحریر عام کالم نگاروں سے بالکل جدا ہے۔ وہ قصہ ماضی کو بھی ایسے الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں کہ پڑھتے ہوئے یوں محسوس ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ابھی ہماری نگاہوں کے سامنے رونما ہو رہا ہے۔ چنانچہ زیر مطالعہ کتاب اس بات کی بین دلیل بھی ہے۔ میں نے اس کتاب کا چیدہ چیدہ مقالات سے مطالعہ کیا ہے اور یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ "مجموعہ مضامین" رمضان المبارک پر ایک مختصر انسائیکلو پیڈیا ہے۔ میری رائے میں اس کتاب کے بعض مضامین مثلاً " استقبال رمضان کی پہلی محفل، رمضان اور مشاہیر امت، یوم الفرقان، تاریخ عالم کی انوکھی جنگ، شب قدر میں کرنے کے کام، قضائے عمری ایک غلط فہمی کا ازالہ، ماہ رمضان میں حضور اکرم ﷺ کے معمولات، فتح مکہ...... سب سے پہلی اسلامی حکومت کا قیام" نہ صرف متعلم، بلکہ معلم کے لئے بھی راہنمائی کا باعث ہیں۔

والسلام

محمد آصف ہزاروی

طلع البدر علينا من ثنيات الوداع
وجب الشكر علينا ما دعى لله داع
أيها المبعوث فينا جئت بالأمر المطاع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْیَصُمْهُ وَمَنْ كَانَ مَرِیْضًا اَوْ عَلٰی سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَیَّامٍ اُخَرَ یُرِیْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰی مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴾

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اترا' لوگوں کے لئے ہدایت اور رہنمائی اور فیصلہ کی روشن باتیں' تو تم میں جو کوئی یہ مہینہ پائے' ضرور اس کے روزے رکھے' اور جو بیمار یا سفر میں ہو' تو اتنے روزے اور دنوں میں' اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا' اور اس لئے کہ تم گنتی پوری کرو' اور اللہ کی بڑائی بولو' اس پر کہ اس نے تمہیں ہدایت کی' اور کہیں تم حق گزار ہو۔

(سورہ البقرہ - 185' (ترجمہ کنزالایمان)

سرزمین یورپ میں فکر رضا کے ترجمان' مسلک محبت رسول ﷺ کے جوشیلے مبلغ' بزم رضا برطانیہ کے صدر' پاک کشمیر یوتھ فورم برطانیہ کے چیئرمین اور سہ ماہی "مشرق و مغرب" (بریڈ فورڈ) کے چیف ایڈیٹر جناب محترم

عمران حسین چوہدری

کے

تاثرات

پاکستان کی نوجوان نسل کے نمائندہ دانشور ملک محبوب الرسول قادری نے نیکیوں کے موسم بہار ماہ صیام کے موضوع پر "موسم رحمت و نور" کے نام سے جو علم افروز کتاب تحریر کی ہے۔ اس خوبصورت کتاب کے لفظ لفظ میں حب رسول ﷺ کے جذبے اور حب الہٰی کی کیفیتیں تڑپتی دکھائی دیتی ہیں۔ شعروں کی سی نزاکت اور باد صبا کی سی لطافت میں ڈوبی ہوئی اس کتاب کا حرف حرف فکر و عمل کا پیغام ہے۔ اپنی جوانی کا لمحہ لمحہ اور اپنے شباب کی ساری ساعتیں فروغ عشق رسول ﷺ کے لئے صرف کرنے والے بلند عزم محبوب الرسول قادری کی کتاب اس کے باطن کی مثل خوبصورت ہی نہیں بلکہ دل نشین بھی ہے۔ ان کے تخلیق کیے ہوئے الفاظ ان جگنوؤں کی طرح ہیں جن کی جگمگاہٹ اندھیری رات کی دبیر سیاہیوں میں اجالے بکھیر دیتی ہے۔ یہ محض کتاب نہیں بلکہ وہ نغمہ ہے' وہ گیت اور وہ پیغام ہے جو روحوں میں بستا اور دلوں میں اترتا ہے' دماغوں میں گھر کرتا ہے' رگوں میں گردش' سینوں میں حرارت اور ایمان میں ارتعاش پیدا کرتا ہے۔

یہ کتاب فی الاصل ایسی پیش کش ہے جس کی وقعت اور قیمتی پن' وقتی نہیں بلکہ

مستقل اور صدقہ جاریہ ہے۔ یہ کتاب آنے والی نسلوں کو فیض یاب کرتی رہے گی۔ کیونکہ یہ کتاب ایسے صاحب مطالعہ نوجوان کے قلم سے ٹپکی ہے جس کے دل کی دھڑکنوں میں عشق رسول ﷺ کی بجلیاں بسی ہوئی ہیں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ جب میں محبوب قادری کو دیکھتا ہوں اور پھر جب ان کی تحریریں پڑھتا ہوں تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے مختصر سے وجود میں فکر و احساس کی اتنی گہرائیاں کیسے سمٹی پڑی ہیں۔ بہت کم لوگ اتنے کم عرصے اور اتنی چھوٹی عمر میں اتنی زیادہ کامیابیاں حاصل کر پاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ "موسم رحمت و نور" کی سعادت ماب گھڑیوں اور رحمت ماب لمحوں کے دوران جب آسمان سے چھم چھم برستی خیر و برکت کی برسات میں بیٹھ کر اس کتاب کا مطالعہ کیا جائے گا تو رب کریم کتاب پڑھنے والے قاری کی آغوش کو رحمتوں کے موتیوں سے مالا مال کر دیں گے۔

غبار راہ حجاز

عمران حسین چودھری

دیباچہ

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس کی توفیق خاص سے وقتاً" فوقتاً" ماہ رمضان المبارک کے حوالے سے میرے مضامین کا مجموعہ "موسم رحمت و نور"......ماہ صیام کے لیل و نہار.......... کے مبارک نام سے منصہ شہود پر آ رہا ہے........ یہ مضامین قومی اخبارات کی زینت بن چکے ہیں......

شب معراج النبی ﷺ جامع مسجد غوثیہ بلاک نمبر 14 جوہر آباد میں منعقدہ "معراج مصطفیٰ ﷺ کانفرنس" کے موقع پر حضرت شیخ القرآن ابوالحقائق مولانا محمد عبدالغفور ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے اور نامور عالم دین علامہ صاحبزادہ پروفیسر محمد آصف ہزاروی اور جامعہ اسلامیہ لاہور میں شعبہ تجوید و قرات کے استاذ جناب برادر قاری محمد علی قادری' نے انوار رضا لائبریری جوہر آباد میں میرے مضامین کا مطالعہ کیا تو انہوں نے مشورہ دیا کہ بہت بہتر ہو گا کہ ان کو یکجا کتابی شکل میں استفادہ عام کے لئے چھاپ دیا جائے۔ سو وہ مضامین میرے ساتھ لاہور آئے۔

حسن اتفاق کہ انہی دنوں دنیائے اسلام کے عظیم سکالر' ادیب اور بین الاقوامی شہرت یافتہ بھارتی مبلغ و مصنف ملک التحریر حضرت علامہ ارشد القادری لاہور آئے ہوئے تھے۔ رضا اکیڈمی (رجسٹرڈ) لاہور کے روح رواں محترم حاجی مقبول احمد قادری ضیائی مدظلہ' کی اقامت گاہ پر برادر محترم میاں غلام شبیر قادری چیف آرگنائزر' جمعیت علماء پاکستان (نیازی) کے ہمراہ ایک تفصیلی نشست انہوں نے اس سارے مسودے کو بہ نظر غائر دیکھا اور عنوانات کے حوالے سے مسرت اور پسندیدگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ "اخبارات میں مضامین کا چھپنا بہت اچھی بات ہے اور اس سے تبلیغ دین کا فریضہ ادا ہوتا ہے۔ آپ اس سلسلہ کو بھی ضرور جاری رکھیں لیکن ان مضامین کا مجموعہ بھی ضرور چھاپئے۔ اس سے عوام بھی استفادہ کریں گے اور خواص کو بھی راہیں ملیں گے..... میری گذارش پر علامہ ارشد القادری نے اس مجموعہ کا نام....... "موسم

رحمت و نور" ماہ صیام کے لیل و نہار .... تجویز فرمایا اور اس پر تقریظ لکھنے کا وعدہ فرمایا لیکن بعد میں عدم رابطہ کے سبب یہ کام تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

میں اپنے معزز کرم فرماؤں بالخصوص محترم امیر اہلسنت، مفکر اسلام علامہ مفتی محمد خان قادری مرکزی امیر، عالمی دعوت اسلامیہ؛ جگر گوشہ شیخ القرآن حضرت علامہ پروفیسر صاحبزادہ محمد آصف ہزاروی، بزم رضا برطانیہ کے سربراہ جناب برادر عمران حسین چوہدری، پاکستان میں اہلسنت کے لئے شب و روز مصروف جہد نوجوان، کہنہ مشق صحافی، جماعت اہلسنت پاکستان کے روح رواں اور میرے بہت ہی پیارے دوست جناب برادر رائے محمد نواز کھرل، جامعہ اسلامیہ لاہور کے نائب شیخ الجامعہ جناب برادر علامہ محمد اسلم شہزاد، جمعیت علماء پاکستان (نیازی) کے چیف آرگنائزر محترم علامہ میاں غلام شبیر قادری اور آزاد کشمیر سے تعلق رکھنے والے ممتاز نوجوان عالم دین حضرت مولانا قاری محمد طاہر نقشبندی مجددی خطیب جامع مسجد مدینہ غوثیہ 7 اسلامیہ پارک لاہور۔ میری طرف سے شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت کے سلسلہ میں مجھے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔ یہاں مجھے اپنے برادر عزیز جناب زینت القراء قاری محمد علی قادری صاحب کا شکریہ بھی ادا کرنا ہے۔ جنہوں نے بہت مختصر وقت میں بڑی محنت سے اس مبارک کتاب کی پروف ریڈنگ کا فریضہ سرانجام دیا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو اجر عطا فرمائے۔

اس کے علاوہ فیصل ٹاؤن لاہور سے میرے محترم دوست اور حضرت پیر سید مقصود علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ (کوٹ گلہ شریف) کے مرید باصفا جناب قاری محمد اکرم اعوان اور اپنے محترم بزرگ دوست جناب راجہ محمد عظیم خان قادری صاحب کے مفید مشوروں پر ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ وہ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ گہری عقیدت و محبت رکھتے ہیں اور یہی محبت میرے اور ان کے باہمی تعلق کا حقیقی سبب ہے۔ خدا تعالیٰ انہیں اپنی برکات سے نوازے۔

گدائے آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم

محبوب الرسول قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

تسبیح تراویح

سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ
وَالْعَظْمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَآءِ
وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ
لَایَنَامُ وَلَایَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا
وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا
مِنَ النَّارِ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ یَا مُجِیْرُ ۝

غبارِ راہ حجاز

عمران حسین چوہدری صدر بزم رضا برطانیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خصوصی تعلیم فرمودہ شب قدر کی دعا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ يَا غَفُوْرُ

اے اللہ تو معاف کرنیوالا ہے۔ معاف کرنے کو پسند فرماتا ہے مجھے بھی معاف فرما۔

روزہ رکھنے کی دعا

وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ ۝

روزہ افطار کرنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ لَكَ صُمْتُ وَبِكَ اٰمَنْتُ وَعَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَعَلٰى رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ

فضیلت جو شخص اس دعا کو وقتِ سحری سات مرتبہ پڑھے گا۔ اس کو ہر ستارے کے بدلے میں ہزار نیکیاں ملیں گی اور اس کے ہزار گناہ معاف کر دیئے جائیں گے اور اتنے ہی درجے بلند کر دیئے جائیں گے

سحری کا انمول وظیفہ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْقَائِمُ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ ۝

استقبالِ رمضان کی پہلی محفل

جلیل القدر صحابیِ رسول حضرت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ رحمت ﷺ نے شعبان المعظم کے آخری روز صحابہ کرام کو بلوایا اور انہیں خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ خطبہ درحقیقت رمضان المبارک کی اہمیت اجاگر کرنے کے لئے ارشاد فرمایا گیا اور یہ پروگرام "استقبالِ رمضان" کے لئے انعقاد پذیر ہوا تھا۔ خاص اہتمام سے بلائے گئے صحابہ کو مخاطب کر کے محبوبِ خدا ﷺ ارشاد فرما رہے تھے۔ "لوگو! تم پر ایک عظمت و برکت والا مہینہ سایہ فگن ہو رہا ہے۔ اس مہینہ کی ایک رات' ہزار مہینوں سے افضل ہے اس مہینے کے روزے اللہ تعالیٰ نے فرض کئے اور ان کی راتوں میں نفل عبادت (تراویح) مقرر کی۔ جو کوئی ان مبارک مہینہ میں اللہ کی رضا اور اس کا قرب حاصل کرنے کے لئے کوئی نیکی کرے گا تو اس کو فرضوں کے برابر ثواب ملے گا اور رمضان المبارک میں فرض ادا کرنے کا ثواب عام دنوں میں ستر فرضوں کے برابر ہے۔ یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ' جنت ہے۔ یہ ہمدردی کا مہینہ ہے' یہ غمخواری کا مہینہ ہے۔ یہی وہ مہینہ ہے جس میں مومن کے رزق میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ جس شخص نے اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرایا تو اس کے لئے مغفرت اور جہنم کی آگ سے آزادی کا ذریعہ ہو گا اور اس کو روزہ دار کے برابر ثواب دیا جائے گا اس کے بغیر کہ روزہ دار کے ثواب میں کوئی کمی کی جائے۔"

صحابہ نے عرض کیا کہ لیکن ہم میں سے ہر ایک تو کسی کو افطار کرانے کی استطاعت نہیں رکھتا؟ (تو کیا غریب لوگ اس عظیم سعادت سے محروم ہوں گے؟) فرمایا۔ اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو دودھ کی تھوڑی سی مقدار، کھجور کے ایک ٹکڑے یا پانی کے ایک گھونٹ سے روزہ دار کو افطار کرا دے۔ پھر آقائے نعمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس ماہ مبارک کا ابتدائی حصہ رحمت ہے، درمیانی حصہ مغفرت ہے اور آخری حصہ جہنم کی آگ سے نجات کی ضمانت ہے۔ جو شخص اس مہینہ میں اپنے غلام یا نوکر کے کام میں کمی کر دے گا اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت فرما دے گا اور اس کو دوزخ سے رہائی اور آزادی ملے گی۔

جب روزہ اور قرآن سفارش کریں گے

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "روزہ اور قرآن مومن کے لئے سفارش کریں گے۔ روزہ کہے گا' اے میرے رب! میں نے اس شخص کو دن میں کھانے اور دوسری لذتوں سے روکے رکھا تو اے میرے رب! اس شخص کے حق میں میری سفارش قبول فرما۔ اور قرآن مجید کہے گا کہ میں نے اس کو رات سونے سے روکا۔ اے اللہ اس شخص کے بارے میں میری سفارش قبول فرما۔

مسلم اور بخاری دونوں میں حدیث پاک موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ایمانی کیفیت کے ساتھ اور اجر آخرت کی نیت سے رمضان کے روزے رکھے۔ اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا جو پہلے ہو چکے ہیں۔ اور جس نے رمضان کی راتوں میں ایمانی کیفیت اور اجر آخرت کی نیت کے ساتھ نماز تراویح پڑھی تو اس کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا جو پہلے ہو چکے ہیں۔ یہ ماہ مبارک اپنے دامن میں بے شمار رحمتیں لے کر جلوہ فگن ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نسائی' احمد اور مشکوۃ میں حدیث پاک یوں مرقوم ہے کہ ــــ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ...... رمضان آیا...... یہ برکت کا مہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے تم پر فرض کیے ہیں۔ اس میں آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سرکش شیاطین کو طوق پہنائے جاتے ہیں۔ اس ماہ مبارک میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل

ہے۔ جو (شخص) اس کی برکتوں سے محروم رہا وہ بے شک محروم رہا۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ماہ رمضان میں منادی حق مسلسل منادی کرتا ہے کہ اے نیکی اور خیر کے طالب! قدم بڑھا اور اے بدی اور بدکاری کے شائق! رک جا اور اس ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سے بندوں کو دوزخ سے رہائی دی جاتی ہے اور یہ سب کچھ رمضان کی ہر رات میں ہوتا ہے۔

سیدہ فاطمہ ○ مسلم خواتین کی آئیڈیل شخصیت
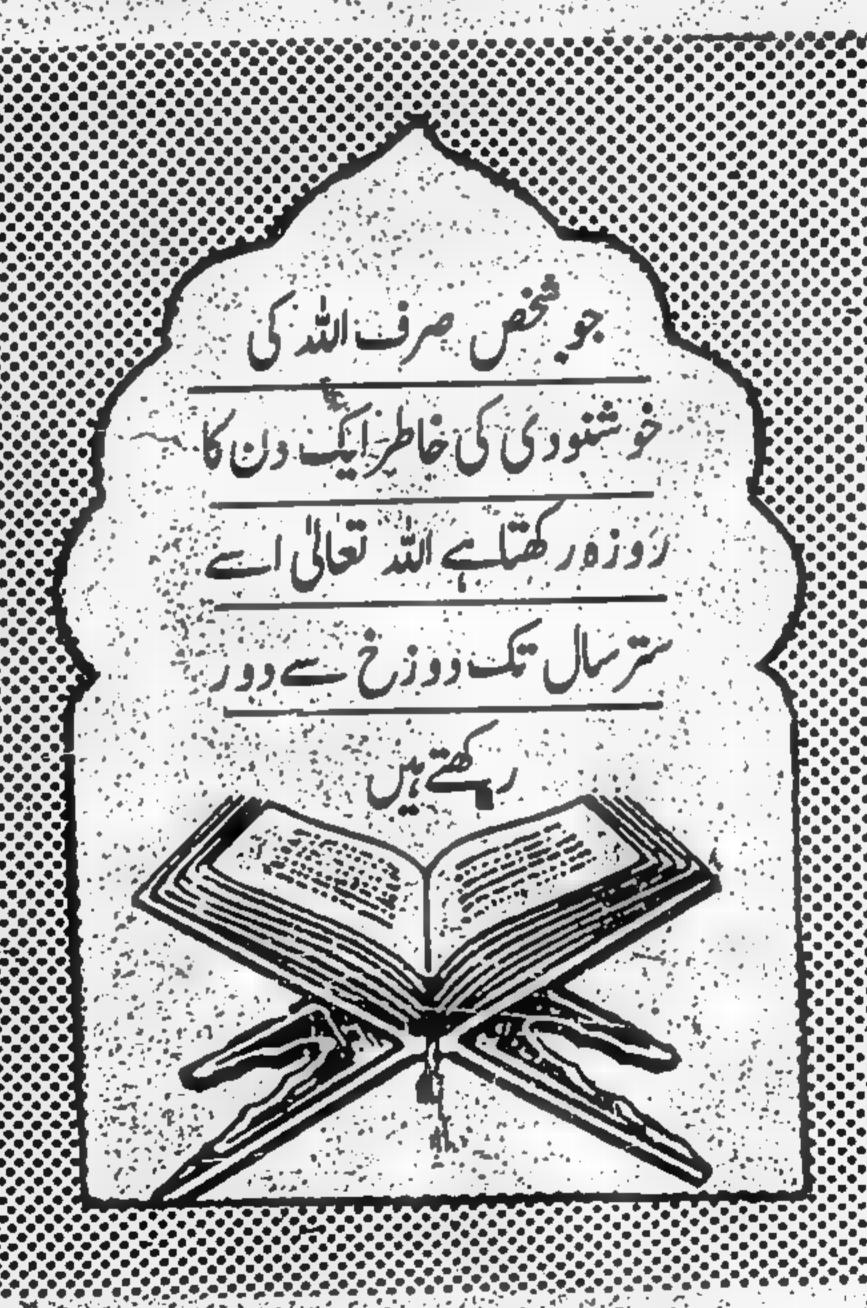
رسول رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "فاطمہ میرے گوشت کا ٹکڑا ہے جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھے ناراض کیا۔ اور ہر وہ چیز جو اسے اضطراب میں ڈالے وہ مجھے بھی اضطراب میں ڈالے گی۔" جلیل القدر صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ محبوب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالیٰ فاطمہؓ کے غضب ناک ہونے پر غضبناک ہو جاتا ہے اور اس کے راضی ہونے پر راضی ہو جاتا ہے۔" حدیث نبوی ہے کہ (اے مسلم خواتین) تمہاری تقلید کے لئے تمام دنیا کی عورتوں میں مریم' خدیجہ' فاطمہ اور آسیہ کافی ہیں۔ اسی لئے علامہ اقبال پکار اٹھے۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادراں را اسوہ کامل بتول

یعنی تسلیم و رضا کی کھیتی کا حاصل' دنیا کی ماؤں کے لئے اسوہ کامل اور مسلم خواتین کے لئے روشنی کا مینار حضرت خاتونِ جنت سیدہ طیبہ طاہرہ فاطمتہ الزہراؓ ہیں۔

بتول' سیدہ' طاہرہ' زہراؓ' طیبہ' عفیفہ' خاتونِ جنت اور خاتون قیامت آپ کے القاب ہیں۔ آپ جنتی عورتوں کی سربراہ ہیں۔ شرم و حیاء آپ کی متاع حیات تھی عبادت الٰہی آپ کا شیوہ تھا۔ صبر و شکر سیدہ کا معمول تھا۔ اسی لئے تو اقبال نے کہا کہ " حضرت مریم' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ ہونے کی نسبت سے مقدس و محترم ہیں لیکن سیدہ فاطمتہ الزہراؓ کو تین نسبتوں سے شرف حاصل ہے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کی نور نظر اور لخت جگر (پیاری بیٹی) ہیں۔ تاجدار اہل اتی مولا علی مشکل کشاء کی زوجہ مطہرہ ہیں اور مرکز پرکار عشق اور قافلہ سالار عشق شہزادہ کونین مولا حسین سید الشہداء

علیٰ جدہ و علیہ السلام کی والدہ محترمہ ہیں۔ گھریلو کام خود کرتیں، خود پانی بھرتیں، کپڑے دھوتیں، چکی پیستیں، بچوں کی تربیت وپرورش کے علاوہ ساری ساری رات عبادت الٰہی میں گزار دیتیں۔ آسمانوں سے فرشتے ان کی چکی پیسنے اور شہزادوں کو جھولا جھلانے کے لئے اترا کرتے تھے۔ شرم وحیاء کا عالم یہ تھا کہ رات کے اندھیرے میں جنازہ اٹھانے کی وصیت فرمائی۔ وصال نبوی ﷺ سے صرف چھ ماہ بعد 3 رمضان المعظم کو رحلت فرمائی۔ امیر المؤمنین مولا علی رضی اللہ عنہ اور دوسری روایت کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے جنازہ پڑھایا۔ اہل حبش کے طریقے کے مطابق جنازے کو کھجور کے پتوں میں ڈھانپ کر رات کے اندھیرے میں اٹھایا گیا۔ آپ کی شان میں آیت تطہیر نازل ہوئی۔

خون خیر الرسل سے ہے جن کا خمیر
ان کی بے لوث طینت پہ لاکھوں سلام

اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

یوں تو سارے دن، ہفتے، مہینے، سال اور صدیاں اللہ تعالیٰ ہی کی ہیں لمحہ لمحہ اسی کی تخلیق حکم "کن" کی عملی تصویر اور لازوال عظمتوں کا مظہر ہے لیکن ماہ رمضان المبارک کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "شعبان میرا مہینہ ہے اور رمضان اللہ کا مہینہ ہے" اور حدیث قدسی ہے کہ "الصوم لی وانا اجزی بہ" روزہ میرا ہے میں اس کی جزا دوں گا۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ساری عبادات تو اللہ رب العزت کے لئے ہیں اور ہر عبادت کا اجر دینے والا بھی وہی رب للعالمین ہی ہے پھر روزے کی اس خصوصیت کا اصل مفہوم کیا ہے؟ تو اس ضمن میں حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اس خصوصیت کے دو اسباب ہیں ایک یہ کہ دیگر عبادات میں ریا ہو سکتی ہیں کیونکہ وہ ظاہر ہیں مگر روزے میں ریا کا احتمال نہیں، یہ خفیہ عبادت ہے۔ اگر کوئی گھر میں کھا پی لے اور لوگوں میں روزہ ظاہر کرے تو کوئی کیا جانے؟ لہٰذا روزہ دار یقیناً رب کے لئے ہی روزہ رکھ سکتا ہے۔ اور دوسرا سبب یہ ہے کہ قیامت میں ظالم کی دیگر عبادات مظلوم چھین لیں گے مگر روزہ کسی کو نہ دیا جائے گا۔ حکم ہو گا یہ تو میری چیز ہے یہ کسی کو نہ ملے گی۔"

حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "آدمی کا ہر نیک عمل اسی کے لئے ہے مگر روزہ' ......وہ...... خاص میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ گناہوں سے بچنے کی ڈھال ہے اور تم میں سے جب کوئی روزہ رکھے تو فحش باتیں نہ کرے' نہ غل مچائے۔ اگر کوئی اس (روزہ دار) کو گالی دے یا اس سے لڑے تو کہہ دے میں روزہ دار ہوں۔ قسم اس کی جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو' اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے زیادہ پسند ہے روزہ دار کو دو خوشیاں نصیب ہوتی ہیں ایک روزہ افطار کرتے وقت اور دوسری لقائے الٰہی کے موقع پر جبکہ روزہ دار' روزہ کا ثواب حاصل کر کے خوش ہو گا" مرقات اور اشعۃ اللمعات کے حوالے سے شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی مدظلہ' اس کی ذیل میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے روزہ کو اپنے لئے "خاص" اس لئے فرمایا کہ دیگر عبادات میں ریا و سمعہ کا کوئی نہ کوئی پہلو موجود ہے جو روزہ میں نہیں۔ دوسرے کفار و مشرکین قربانی' حج' خیرات' سجدہ وغیرہ بتوں کے لئے کرتے ہیں۔ مگر کوئی کافر بت کے لئے روزہ نہیں رکھتا۔ کافر روزہ بھی ہے تو صفائی نفس کے لئے تاکہ بتوں کا قرب حاصل ہو سکے تو روزہ ایسی عبادت ہے جو غیر اللہ کے لئے نہیں کی جاتی۔

رمضان اور محبوب خدا ﷺ

محبوب خدا ﷺ ماہ رمضان المبارک کے دوران اللہ تعالیٰ کی عبادت کے معاملے میں بہت زیادہ مستعد ہو جاتے۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ یوں تو رسول کریم ﷺ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے لیکن رمضان المبارک میں آپ کی اس کریمانہ صفت میں اور زیادہ اضافہ ہو جاتا تھا۔ اس ماہ مبارک کی ہر رات جبریل امین علیہ السلام آپ سے ملاقات کرتے اور آپ ﷺ کے ساتھ قرآن مجید کا دور کرتے۔ اس عرصہ میں حضور ﷺ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے۔ نزول قرآن کی ابتداء بھی اسی ماہ مبارک میں ہوئی محبوب خدا ﷺ کے ساتھ سال بھر کے بارہ مہینوں میں سے ماہ رمضان ہی کے دوران جبریل امین علیہ السلام کے دور قرآن کا بھی خاص سبب ہے یہ قرآن اور رمضان کے باہمی تعلق پر بھی دلالت کرتا ہے۔ اور جس سال حضور ﷺ نے وصال فرمایا اس سال جبریل نے دو مرتبہ اسی ماہ مبارک کے میں قرآن مجید کا دور کیا۔

آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ روزہ دار کی نیند بھی عبادت ہے اس کی سانس تسبیح ہے اور اس کی دعا مقبول ہے اور فرمایا کہ جب ماہ رمضان آتا ہے تو بہشت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں اور شیاطین کو قید کر دیا جاتا ہے اور منادی کرنے والا آواز دیتا ہے کہ "اے طالب خیر برکت! آ' یہ وقت تیرا ہے اور اے طالب شر! رک جا کہ تیرے لئے کوئی جگہ نہیں" حضرت ام المومنین

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ بہشت کا دروازہ کھٹکھٹانے میں سستی نہ کرو۔ پوچھا گیا جنت کا دروازہ کیسے کھٹکھٹائیں؟ تو فرمایا کہ بھوک کے ذریعے (روزہ کے ذریعے) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عبادت کا دروازہ' روزہ ہی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ عبادت کی راہ میں حائل ہونے والی چیز شہوات ہیں۔ اور پیٹ کا بھرا ہونا شہوات کو مددگار ہوتا ہے جبکہ بھوک شہوات کو توڑ کے رکھ دیتی ہے شاید اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ شیطان آدمی کے اندر ایسے ہی رواں دواں رہتا ہے جیسے کہ خون اس کے اندر گردش کرتا ہے۔ تمہیں چاہئے کہ بھوک (روزہ) کے ذریعے اس کا راستہ تنگ کرو۔ اللہ تعالیٰ کو اس بات کی پرواہ نہیں کہ تم نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ اسی حدیث کے تحت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ روزہ قبول نہ ہوگا کیونکہ روزہ کا مقصد بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ بدی کا راستہ روکنا ہے۔ ..... سبحان اللہ.....
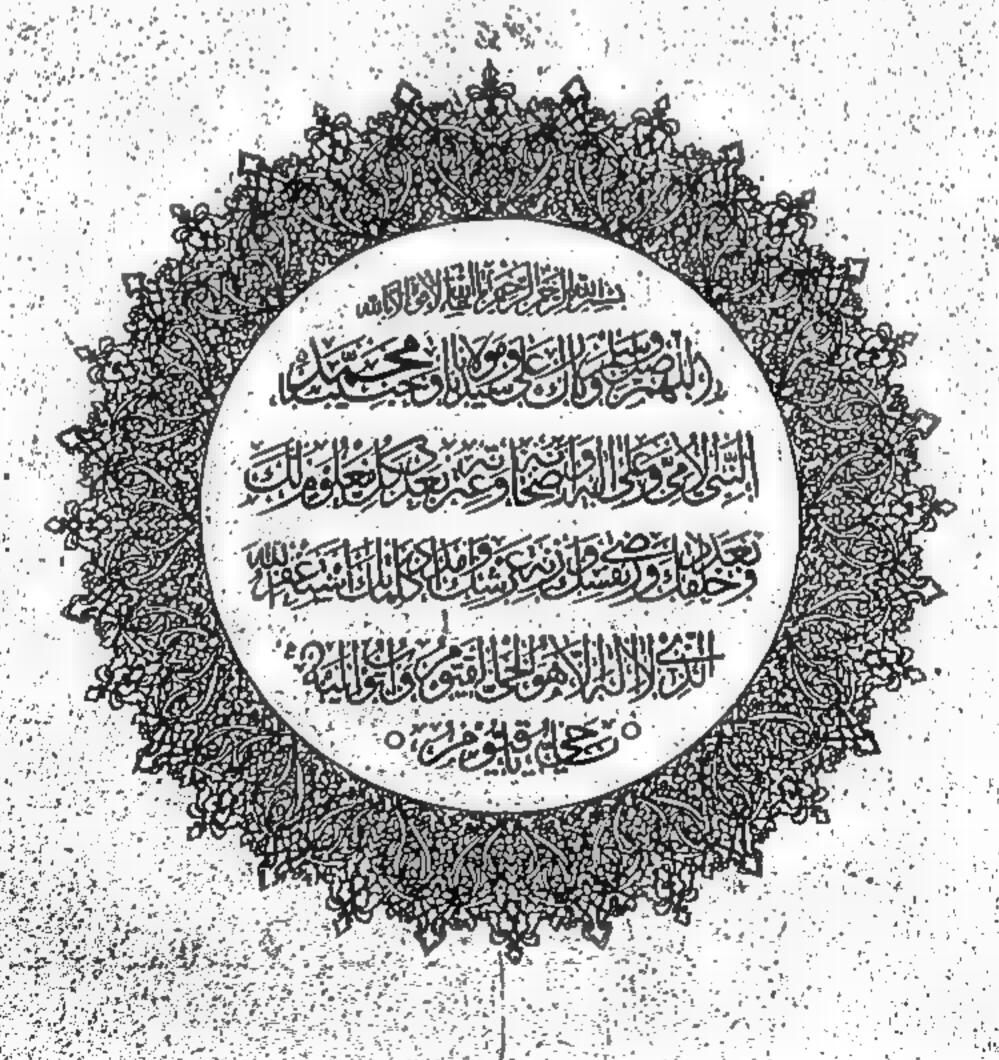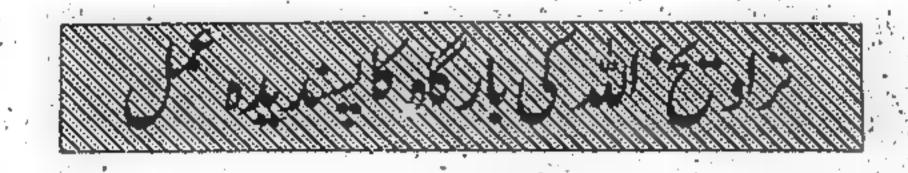
ترمذی میں حضرت ابوذر ﷺ سے روایت ہے کہ ہم (صحابہ کرام) نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ روزے رکھے لیکن آپ ﷺ نے ہمیں نماز تراویح نہ پڑھائی۔ یہاں تک کہ رمضان شریف کے سات دن باقی رہ گئے۔ تو آپ ﷺ ہمارے درمیان نماز تراویح پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے اور تہائی رات تک نماز پڑھائی۔ پھر اگلے دن نماز تراویح نہ پڑھائی پھر اس سے اگلے دن یعنی پچیسویں رات کو نماز تراویح پڑھائی یہاں تک کہ نصف رات گزر گئی ہم نے عرض کیا' یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ باقی رات بھی نماز پڑھاتے تو اچھا ہوتا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص امام کے ہمراہ نماز کے لئے سلام پھیرنے تک کھڑا ہو اس کے لئے پوری رات قیام کا ثواب لکھا جاتا ہے اگلی رات پھر آپ ﷺ نے نماز نہ پڑھائی یہاں تک کہ تین دن باقی رہ گئے۔ تو آپ ﷺ نے ستائیسویں شب کو اس انداز میں نماز تراویح پڑھائی کہ اپنے اہل بیت اور ازواج مطہرات کو بھی بلا لیا آپ ﷺ نے اتنی لمبی نماز پڑھائی کہ ہمیں سحری بھی چھوٹ جانے کا خدشہ لاحق ہوا۔ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری نے اپنی کتاب "بصیرت" میں حضرت ابوہریرہ ﷺ کی ایک روایت بخاری شریف کے حوالے سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے ایمان واحتساب کے ساتھ رمضان میں قیام کیا اس کے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے۔ (اور اس قیام سے مراد نماز تراویح ہے)۔

نماز تراویح اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا ایسا پسندیدہ عمل ہے کہ اس کی ادائیگی سے صغیرہ اور کبیرہ دونوں قسم کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں لیکن ان کی ادائیگی ایمان اور احتساب کے ساتھ ضروری ہے۔ ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو تراویح کی طرف رغبت دلاتے تھے لیکن اس کے وجوب کا حکم ارشاد نہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ جس نے رمضان المبارک کی راتوں میں ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے قیام کیا اس کے سابقہ گناہ بخش دیئے گئے۔ صحابہ کرام و تابعین کرام' خلفائے راشدین' آئمہ اربعہ (حضرت امام اعظم ابو حنیفہ' امام مالک' امام احمد بن حنبل اور امام شافعی)' حضور سیدنا غوث پاک' امام نووی' شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہم اور دیگر محدثین و مفسرین کرام نے ماہ رمضان کے دوران ہمیشہ بیس رکعت نماز تراویح ادا فرمائی۔ زید بن وہب کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ماہ رمضان المبارک میں ہمیں نماز پڑھا کر نکلتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی۔ اعمش فرماتے ہیں کہ وہ بیس رکعت تراویح اور پھر تین وتر پڑھاتے تھے۔ (عینی شرح بخاری) تراویح میں طویل قرأت غیر مستحب ہے' قرأت میں میانہ روی ہونی چاہیئے جس سے تراویح آسانی سے ادا کی جا سکیں اور کسی کو بوجھ محسوس نہ ہو۔ ان کی حیثیت سنت موکدہ کی ہے جو سلف سے خلف میں رائج چلی آ رہی ہے۔ نماز تراویح کی باضابطہ جماعت کا اہتمام عہد فاروقی میں ہوا اور اس کے بعد اہل اسلام کا اس پر مسلسل عمل رہا ہے۔ سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ جب اپنے دور خلافت میں مسجد کے قریب سے گزرے اور نماز تراویح پڑھی جا رہی تھی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ خدا عمر (رضی اللہ عنہ) کی قبر کو روشن کرے انہوں نے مسجدوں کو روشن کیا۔
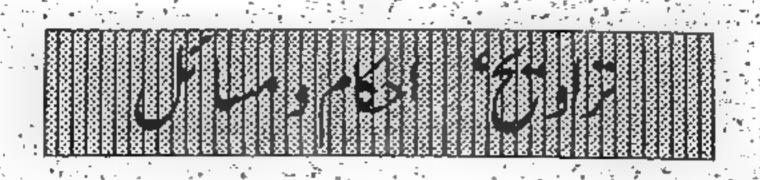
تراویح، احکام و مسائل

نماز تراویح سنت موکدہ ہیں بعض کے ہاں نفل کی حیثیت ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے خود نماز تراویح پڑھی اور صحابہ کو پڑھائی۔ اور پڑھنے کی ترغیب بھی دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی عہد میں انفرادی طور پر پڑھی جاتی رہی اور باضابطہ اہتمام نہ تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے باجماعت ادائیگی کا اہتمام کیا۔ پھر حضرت سیدنا مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں قاریوں کو بلوایا اور ہر ایک کو حکم دیا کہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائے اور آپ رضی اللہ عنہ خود ان کو وتر پڑھاتے تھے۔ تراویح کی بیس رکعت ہی مسنون ہیں ان کے علاوہ وتر الگ ہیں جو ماہ رمضان میں جماعت کے ساتھ پڑھنا افضل ہیں۔ تراویح کی بیس رکعتیں ادا کرنے کا مستحب طریقہ ہے کہ ہر دو تراویح کے درمیان بقدر ایک ترویحہ کے' جلوس کرے۔ جماعت کے ساتھ تراویح پڑھنا سنت کفایہ ہے۔ نماز تراویح کے لئے کسی شخص کو امامت کے لئے اجرت پر مقرر کرنا مکروہ ہے کیونکہ امامت کی اجرت مقرر کرنا فاسد ہے۔ نماز تراویح کا وقت عشاء کے فرض ادا کرنے کے بعد طلوع فجر تک ہے وتر سے پہلے بھی ہو سکتی ہے اور بعد میں بھی (بہار شریعت) اس لئے اگر کوئی نماز فرض میں جماعت سے محروم ہو گیا تو چاہئے کہ تراویح کے بعد وتر کی جماعت میں شریک ہو جائے اور بقیہ تراویح کی نماز وتر کے بعد پڑھ لے اس سے وتر کی جماعت کے ثواب سے محروم نہیں ہو گا۔

فتاویٰ عالمگیری کے مطابق نابالغ بچوں کی اقتداء میں بالغ افراد کی نماز تراویح درست نہیں ہے۔ مقتدی کے لئے نماز تراویح بیٹھ کر پڑھنا مکروہ ہے۔ بعض لوگ نماز

تراویح کی جماعت کے دوران بیٹھے رہتے ہیں اور جب امام رکوع میں جانے لگے تو یہ بھی جلدی سے شریک ہو جاتے ہیں ایسا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس سے نماز سے بے رغبتی اور سستی کا اظہار ہوتا ہے اور منافقوں کی مشابہت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ "جب منافقین نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو مرے دل سے کھڑے ہوتے ہیں۔" اس لئے ایسی حرکات سے بچنا چاہئے' اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔

اگر کسی کو نماز تراویح کے دوران نیند کا غلبہ ہو جائے تو اسے چاہئے کہ وہ تراویح سے ہٹ جائے کیونکہ ایسی کیفیت میں نماز مکروہ ہے وضو تازہ کر کے جب نیند کا غلبہ ہٹ جائے تو دوبارہ شریک ہو۔

تراویح اگر فوت ہو جائیں تو ان کی قضا نہیں۔ (در مختار) تراویح میں ایک مرتبہ قرآن پاک ختم کرنا سنت موکدہ ہے اگر امام قرآن پاک غلط پڑھتا ہو تو محلے کے امام مسجد کو چھوڑ کر دوسرے محلے کی مسجد میں جانا بھی جائز ہے۔ اور اس میں کوئی قباحت نہیں البتہ بدقیدہ امام کی اقتداء جائز نہیں۔ حفاظ و قراء کو چاہئے کہ وہ تیزی اور افراتفری سے کام نہ لیں بلکہ خوب آرام' محبت اور سکون کے ساتھ سمجھ' سمجھا کر قرآن پڑھیں کیونکہ یہ تو محبت کا تعلق ہے اور پھر اللہ تعالیٰ سے محبت۔ اس میں افراتفری کی کوئی گنجائش نہیں۔ تراویح روزے کے تابع نہیں اس لئے یہ نہ سمجھا جائے کہ روزہ رکھا ہوا ہے تو تراویح بھی پڑھی جائے۔ روزہ کا الگ ثواب ہے اور تراویح کا الگ ثواب۔

رمضان المبارک اور شرعی مسافر

ابو داؤد اور ترمذی میں حضرت انس بن مالک کعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے شرعی مسافر سے آدھی نماز معاف فرما دی یعنی مسافر چار رکعت والی فرض نماز (ظہر، عصر اور عشاء) دو پڑھے اور مسافر، دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت سے روزہ معاف کر دیا" یعنی ان لوگوں کو اجازت ہے کہ روزہ نہ رکھیں بعد میں قضا کر لیں۔ اس حدیث پاک کے تحت شیخ محقق اشعۃ اللمعات جلد دوم صفحہ 94 میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو روزہ نہ رکھنے کی صرف اس صورت میں رخصت ہے کہ بچہ کو یا خود اس کو روزے سے نقصان پہنچے ورنہ رخصت نہیں ہے۔ شرعی مسافر سے مراد یہ ہے کہ کم از کم اڑتالیس میل یک طرفہ سفر کرنے کی نیت سے گھر سے نکلا ہو۔ چونکہ وطن سے نکلتے ہی مسافر بن جاتا ہے اس لئے روزے کی رخصت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ بخاری شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی ایک روایت یوں مرقوم ہے کہ "ہم رمضان کے مقدس مہینے میں محبوب خدا ﷺ کے ساتھ سفر پر جاتے تو کچھ لوگ روزہ رکھ لیتے اور کچھ نہ رکھتے۔ نہ روزہ دار کھانے والے پر اعتراض کرتا اور نہ کھانے والا روزہ دار پر اعتراض کرتا۔"

مسافر کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے روزہ نہ رکھنے کی اجازت دی ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص بہ آسانی سفر میں روزہ رکھ سکے تو اس کے لئے روزہ رکھنا بہتر ہے اور جسے زحمت ہو تو اس کے لئے روزہ نہ رکھنا افضل ہے اور کسی کو کسی پر اعتراض نہ کرنا چاہئے البتہ احترام رمضان کے تقاضوں کو ضرور پیش نظر رکھنا چاہئے۔
ابوداؤد نے حضرت سلمہ بن محبق رضی اللہ عنہ نے روایت کیا کہ رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص کے پاس ایسی سواری ہو جو آرام سے منزل تک پہنچا دے تو اس کو چاہئے کہ روزہ رکھے جہاں بھی رمضان آ جائے۔

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ترمذی میں روایت منقول ہے کہ حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ نے رسول کریم ﷺ سے سفر میں روزے کے حوالے سے پوچھا۔ (یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اکثر روزہ رکھا کرتے تھے) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چاہو تو سفر میں روزہ رکھو اور اگر چاہو تو نہ رکھو۔ اس سے معلوم ہوا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں پر جبر نہیں کیا بلکہ انہیں اختیار دیا ہے کہ اگر ان کی طبیعت کو بھائے اور وہ یہ سمجھیں کہ وہ سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے علاوہ روزہ رکھنے کی طاقت و قوت رکھتے ہیں تو انہیں روزہ رکھ لینا چاہئے اس میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے اجر و ثواب رکھا ہے۔ اور اگر انہیں یہ گمان گزرے کہ سفر ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ روزہ بھی خراب ہو اور انسان کو جسمانی تکلیف یا ذہنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے تو پھر اسے اختیار ہے کہ روزہ نہ رکھے اور رمضان گزرنے کے بعد قضا کر لے۔

رمضان اور مشاہیر امت (1)

روایت ہے کہ امیر المومنین' باب مدینہ العلم سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ' نے اپنے جانشین اور بڑے فرزند سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ' کو وصیت میں ارشاد فرمایا کہ........ خدارا' خدارا' ماہ رمضان کے روزوں کی پابندی کرنا' کیونکہ یہ روزے جہنم کی آگ کے راستے کی ڈھال ہیں.......... آپ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ شیطان سے بچنے کا طریقہ کیا ہے؟ تو اس کے جواب میں حکیم کائنات محبوب رب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ........ روزہ' شیطان کو روسیاہ کر دیتا ہے. راہ خدا میں صدقہ' اس کی کمر توڑ دیتا ہے' اللہ کی راہ کی محبت اور اعمال صالحہ کی بجا آوری اسے دم بریدہ کر دیتی ہے اور استغفار شیطان کی گردن مروڑ دیتا ہے۔

حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی اپنی مشہور کتاب "بصیرت" میں یوں نقل کرتے ہیں کہ......... رمضان میں پانچ حرف ہیں ہر حرف سے ایک مضمون کی طرف اشارہ ہے (ر) سے رضوان اللہ' اللہ تعالیٰ کی خوشنودی (م) سے محبتہ اللہ' اللہ تعالیٰ کی محبت' (ض) سے ضمان اللہ' اللہ تعالیٰ کی ضمانت' (الف) سے الفت اور (ن) سے۔ نوال' یعنی یہ مہینہ اللہ تعالیٰ سے جود و کرم نوازش و رضا کے حاصل کرنے کا مہینہ ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ محض کھانے پینے سے ہاتھ روک لینا اور شرائط و آداب روزہ کی پیروی نہ کرنا' بچوں اور جاہلوں کا مشغلہ ہے۔ شریعت مطہرہ تو یہ تقاضا کرتی ہے کہ آدمی روزہ اس طرح رکھے کہ دنیاوی اور نفسانی خواہشات کے قریب تک نہ جائے۔ اسی طرح روزہ کے دوران ہر قسم کی حرام چیزوں سے اجتناب کرے۔ آپ نے ایک حدیث پاک

بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ ارشاد نبوی ہے کہ جس وقت تو روزہ رکھے تو تجھے چاہیے کہ اپنی آنکھوں، ہاتھ، پاؤں، زبان اور پورے جسم کے تمام اعضاء کو برے، حرام اور منفی کاموں سے محفوظ رکھ۔ روزے کے لئے نیت کی درستی ضروری ہے اور نیت کی درستی یہ ہے کہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کے لئے روزہ رکھے اور اسی بنیاد پر تیرا روزہ قبول ہو گا۔ داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف نصیب ہوا تو میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت فرمائی جائے تو سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ .... درحقیقت حواس خمسہ کو احکام الٰہی کے تابع رکھنا ہی سب سے بڑی ریاضت اور محنت ہے........ یعنی دیکھنے، سونگھنے، چکھنے، سننے اور چھونے کے حوالے سے تمام تر قوتیں احکام الٰہیہ کی پابند ہو جائیں۔ تو پھر رضائے رب کا حصول ممکن ہو جاتا ہے اور روزے کی قبولیت کے لئے بھی یہی فلسفہ کار فرما ہے۔

رمضان اور مشاہیر امت (2)

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت الیہ یوں بیان فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیکیوں کا بدلہ دس گنا سے لے کر سات سو گنا اضافی عطا فرماتا ہے اور روزے کے متعلق خالق کائنات کا ارشاد یہ ہے کہ روزہ خاص میرے لئے ہے اور اس کی جزا میں خود ہی دیتا ہوں مراد یہ ہے کہ اس عبادت کا اجراء اس قدر زیادہ ہے کہ جس کی کوئی حد متعین نہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد الٰہی ہے کہ "صبر میں استقلال سے کام لینے والوں کو اس کا صلہ بے شمار ہی ملے گا۔" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "صبر نصف ایمان ہے اور روزہ نصف صبر ہے۔" نیز ارشاد فرمایا کہ روزہ دار کے منہ کی بو' حق تعالیٰ کو مشک اور عطر کی خوشبوؤں سے زیادہ پسند ہے۔ حضرت شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوت" میں ارشاد فرماتے ہیں کہ روزہ اسلامی عبادات کا تیسرا رکن ہے عربی میں اسے صوم اس لئے کہتے ہیں کہ صوم کا لفظی معنی چپ رہنا ہے۔ قرآن نے روزے کو صبر کا نام دیا جس کا معنی ضبط نفس' ثابت قدمی اور استقلال ہے۔ درحقیقت روزہ' نفسانی اور دنیاوی خواہشات سے اپنے آپ کو روکے رکھنے اور حرص و ہوا کے مواقع پر ثابت قدم رہنے کا نام ہے۔ .... اس کے ساتھ ساتھ باطنی خواہشوں اور برائیوں سے دل اور زبان کو محفوظ رکھنا بھی خواص کے

نزدیک روزہ کی حقیقت میں داخل ہے۔ غیر مقلدین کے پیشوا ابن تیمیہ کے شاگرد ابن قیم کہتے ہیں کہ .... روزے کا مقصد اپنے آپ کو خواہشات نفسانی سے روکنا ہے یہ دراصل دل کو صاف کرنے کا ذریعہ ہے۔ روزے کی کیفیت میں انسان دوسرے کی بھوک' پیاس اور تکلیف سے پوری طرح آگاہی حاصل کر سکتا ہے اور خود محسوس کرتا ہے۔ کھانے پینے کی کمی سے شیطان کے لئے ایسی رکاوٹ بن جاتی ہے کہ جس سے اس کا گزرنا دشوار ہو جاتا ہے۔ روزہ جسم کو تسکین بخشا اور ہر قوت کی بے راہ روی کو قابو میں رکھتا ہے گویا یہ پرہیزگاری کی لگام اور بدی کے خلاف جنگ کرنے والوں کی ڈھال ہے۔ یہ اللہ کے نیک بندوں کی ریاضت ہے روزہ دار صرف اللہ کی محبت اور اس کی خوشی کے حصول کے لئے ہی کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے روزہ بندے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان راز ہے جسے صرف اللہ ہی جانتا ہے۔

حضور سیدنا غوث پاک رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ رمضان میں اللہ کے بندوں کا اللہ کے ساتھ اس قدر تعلق مستحکم ہو جاتا ہے اور وہ رضائے رب میں مشغول ہو جاتے ہیں کہ سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ماہ رمضان المبارک کے دوران حدیث پاک کا درس تک ملتوی فرما دیتے تھے اور اپنا تمام وقت قرآن مجید کی تلاوت میں ہی صرف فرماتے کہ یہ کلام الٰہی ہے۔

رمضان اور مشاہیر امت (3)

عظیم روحانی پیشوا شیخ عمر بن محمد شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ارشاد نبوی ہے کہ صبر ایمان کا نصف ہے اور روزہ صبر کا نصف' انسان کا ہر عمل مظالم کے بدلے جاتا رہتا ہے۔ یعنی مظلوم کو دے دیا جاتا ہے لیکن روزہ کسی بھی صورت میں ضائع نہیں ہو گا۔ بلکہ رب کریم یوم حشر ارشاد فرمائیں گے کہ روزے کا تعلق تو مجھ سے ہے اس کے ذریعے کوئی اپنا بدلہ نہیں لے سکتا۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنی طرف منسوب کیا تو اس میں بھی اللہ پاک کی بے نیازی پائی جاتی ہے۔ روزہ ایسا پوشیدہ عمل ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی واقف نہیں ہو سکتا۔ مفسرین کرام کی ایک جماعت نے قرآن مجید میں استعمال ہونے والے لفظ "الصالحون" سے مراد روزہ دار لیا ہے کیونکہ روزہ دار اپنی بھوک اور پیاس کے سبب اللہ تعالیٰ کا قرب پا لیتا ہے۔ قرآن حکیم میں جو ارشاد الٰہی ہے کہ "بے شک صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر دیا جائے گا" اس آیہ مبارکہ میں صبر کرنے والوں سے اکثر بزرگوں نے روزہ دار ہی مراد لئے ہیں۔ کیونکہ صبر روزہ کا دوسرا نام ہے اس لئے روزہ داروں کو اندازہ کئے بغیر ثواب ملے گا یعنی وہ اجر کثیر سے نوازے جائیں گے۔

حکیم الامت' مفسر قرآن' حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں صرف رمضان ہی کا نام آیا ہے کسی اور مہینے کا نام نہیں آیا۔ جیسے جماعت صحابہ میں سے صرف حضرت زید رضی اللہ عنہ کا نام آیا ہے۔ دوسرے رمضان' رحمان' غفران' قرآن اور شیطان قریباً ہم وزن ہیں یعنی رحمان نے رمضان میں قرآن بھیجا تاکہ مومنوں کو غفران ملے اور شیطان کو قید۔ آگے چل کر فرماتے ہیں کہ روزے کے لئے رمضان کا انتخاب اس لئے کیا گیا کہ اس ماہ مبارک میں قرآن شریف لوح محفوظ سے منتقل ہو کر پہلے آسمان پر آیا پھر وہاں سے 23 سال میں آہستہ آہستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ قرآن مجید رب کریم کی بڑی نعمت ہے یہ نعمت ملنے پر بطور شکریہ روزے رکھوائے گئے۔ نیز رمضان میں ہر نیکی کا ثواب 70 درجہ (زیادہ) ملتا ہے اس لئے اس مہینہ میں روزہ اور اعتکاف وغیرہ رکھے گئے ہیں تاکہ ثواب زیادہ ہو۔

علماء کرام رمضان کی متعدد وجوہ تسمیہ بیان کرتے ہیں ان کا خیال ہے کہ رمضان اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے اس لئے شہر رمضان بولتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ۔ دوسرے چونکہ رمضان کا اصل مادہ رمض ہے جس کے معنی جلا دینے کے ہیں۔ چونکہ یہ ماہ روزہ داروں کے گناہ جلا دیتا ہے اس لئے اس ماہ مبارک کو رمضان کہتے ہیں۔ صوفیاء کرام کا خیال ہے کہ چونکہ رمض کا ایک معنی موسم بہار کی بارش بھی ہے تو جس طرح موسم بہار کی بارش سے فضا گرد و غبار سے پاک صاف ہو کر نکھر جاتی ہے۔ زمین سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے ایسے ہی ماہ رمضان میں رحمت و مغفرت خداوندی کی بارش سے دلوں کے زنگ اور گناہوں کی سیاہیاں دور ہو جاتی ہیں۔ رحمت الٰہی متوجہ نمائش ہوتی ہے اور رشد و ہدایت اور اصلاح نفس کا سامان مہیا ہوتا ہے۔

ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ ؓ کائنات کی افضل ترین خاتون

قیامت تک آنے والے مومنوں کی ماں' حضرت سیدہ' طیبہ' طاہرہ' محسنہ اسلام خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا نے حضور سید کائنات ﷺ کی زوجیت میں 25 سال گزارے۔ خواتین میں ہی نہیں بلکہ ساری کائنات میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ اپنا سارا مال راہ خدا میں خدمت دین کے لئے خرچ کر دیا اور ربع صدی کی اس رفاقت میں ایک لمحہ کے لیئے بھی محبوب خدا ﷺ کو ناراض نہیں ہونے دیا وہ واحد ہستی ہیں جنہیں "خیرامت" کہا گیا' وہ ہمراز رسالت بھی ہیں اور غم گسار رسول ﷺ بھی۔

اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے آپ ﷺ نے مصائب و آلام کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ وہ صبر و استقامت کا پہاڑ تھیں' اخلاص و للہیت کا خزانہ ان کے دل و دماغ میں موجزن تھا۔ ان کی قربانیوں پر خود رسول اللہ ﷺ ان کے ممنون رہتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب ذکر سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سن سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رشک آیا اور انہوں نے عرض کیا کہ "یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہر وقت قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک سرخ چہرے والی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ حالانکہ ان کے انتقال کو ایک مدت گزر چکی ہے۔" اس پر اللہ کے محبوب اور ساری کائنات کے مطلوب ﷺ نے جن الفاظ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کو خراج تحسین پیش فرمایا ہماری اسلامی تاریخ میں منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔ آیئے' زبان رسالت سے ذکر خدیجہ رضی اللہ عنہا سنئے' سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا "خدیجہ مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر کیا' خدیجہ نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی' خدیجہ نے اس وقت مجھے مال خرچ کرنے کو دیا جب لوگوں نے مال کو روکے رکھا' اللہ تعالیٰ نے خدیجہؓ ہی کے ذریعے میری اولاد چلائی (یعنی ان کے بطن سے

ہی مجھے اولاد عطا ہوئی) جبکہ کسی دوسری بیوی کے بطن سے میری اولاد نہیں ہوئی۔"

حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں ہر سال بکری ذبح کر کے اس کا گوشت خود کاٹ کاٹ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی سہیلیوں کو بھجواتے تھے۔ اس عمل نبوی سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ وفات پا جانے والے احباب واقربا کی یاد منانا جائز ہی نہیں بلکہ سنت نبوی بھی ہے۔ متوفی کی یاد میں تقریب منعقد کر کے اس کے تعلق داروں کو بلانا' انہیں ہدیہ پیش کرنا بھی جائز ہے اس سے سنت نبوی کا احیاء بھی ہو گا اور متوفی کی روح کو بھی سکون نصیب ہو گا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک سہیلی جب بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئیں تو حضور ﷺ نے خود ان کا احترام کیا ان کی خیریت دریافت کی' شفقت فرماتے رہے اور ان کے جانے کے بعد ارشاد فرمایا کہ "یہ خدیجہ کی ایک سہیلی تھی اور اسے ان سے محبت تھی" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت کے آنے پر حضور ﷺ مسرور ہوئے اور کافی دیر اس کے پاس بیٹھ کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ کرتے رہے اس کے جانے کے بعد میں نے پوچھا یہ بڑھیا کون تھی؟ تو ارشاد فرمایا کہ یہ خدیجہ کی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد تھیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "خدیجہ دونوں جہانوں میں میری ساتھی ہیں۔" آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدیجہ کی مثل دنیا میں کوئی عورت پیدا ہی نہیں ہوئی۔ جبرئیل امین علیہ السلام نے اپنی طرف سے اور خود خالق ارض و سما کی طرف سے حضرت خدیجہ کے لئے سلام پہنچایا۔ اور جنت میں موتیوں والے ایک انوکھے اور جداگانہ محل کی بشارت دی۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد محبوب خدا ﷺ اکثر ان کا ذکر کرتے تھے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ذکر کے وقت آپ ﷺ کی مبارک آنکھوں سے آنسو چھلک پڑتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ملت مسلمہ کی خواتین کو سیدہ خدیجتہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا ذوق وشوق اور اسلام اور صاحب اسلام ﷺ کے ساتھ محبت کی دولت عطا فرمائے۔
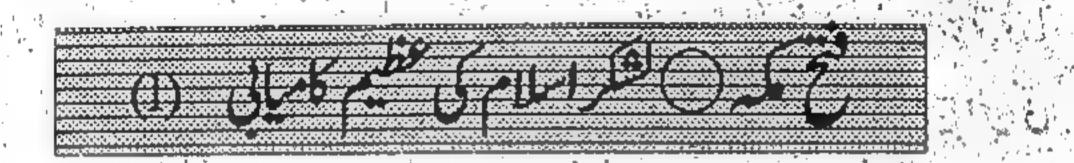
ہجرت کے آٹھویں سال ماہ رمضان المبارک کے تقدس ماب دنوں میں خداوند قدوس نے فتح مکہ کے ذریعے اسلام اور صاحب اسلام ﷺ کی نصرت فرمائی۔ عیسوی اعتبار سے یہ جنوری 630ء کا واقعہ ہے اس کے متعلق ابن قیم کہتے ہیں کہ "فتح مکہ وہ فتح عظیم ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے اپنے دین اور اپنے پیغمبر ﷺ اور اپنی فوج اور اپنے حرم امن کو عزت بخشی اور ان کے ذریعے اپنے شہر اور اپنے اس گھر کو اہل دنیا کے لئے موجب ہدایت بنا دیا۔ مشرکوں اور کفار سے آزاد کرایا......... یہ وہ فتح عظیم ہے........ جس سے آسمان پر رہنے والے فرشتے خوش ہوئے۔ جس کو دیکھ کر لوگ فوج در فوج اسلام میں داخل ہوئے اور زمین کا چہرہ خوشی سے منور ہو گیا"

قریش مکہ کے حلیف قبیلہ بنی بکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلے بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اسے شدید مالی اور جانی نقصان پہنچایا اور قریش مکہ کے کچھ لوگ بھی حملہ آوروں میں شامل تھے۔ بنی خزاعہ پر حملہ کر کے اسے شدید مالی اور جانی نقصان پہنچایا اور قریش مکہ کے کچھ لوگ بھی حملہ آوروں میں شامل تھے۔ بنی خزاعہ نے اپنے اوپر ہونے والے مظالم کی شکایت رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں پیش کی حضور رسالت پناہ ﷺ نے قریش مکہ کو کہلا بھیجا کہ یا تو قصاص دلوا دو یا جنگ کے لئے تیار ہو جاؤ۔ انہوں نے جواباً جنگ کا چیلنج قبول کر لیا۔ اب حضور کریم ﷺ دس ہزار صحابہ کے لشکر کے ساتھ مکہ مکرمہ

کے لئے روانہ ہوئے صحابہ کرام روزہ دار تھے اور سفر کی تکلیف کی وجہ سے روزے نے طبیعتوں میں تکدر پیدا کر دیا تو حضور اکرم ﷺ نے "کدید" کے مقام پر روزے افطار کر لینے کا حکم ارشاد فرمایا۔ لشکر اسلام بڑی شان و شوکت کے ساتھ رواں دواں رہا جب مکہ شریف کے قریب پہنچے تو انصار کے سالار اور علمبردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے نعرہ لگایا کہ ...... آج گھمسان کی لڑائی ہو گی آج لڑائی کا دن ہے آج مکہ کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی ...... جب حضور رحمت عالم و عالمیان ﷺ نے یہ سنا تو فوراً اس کی تردید کی اور ارشاد فرمایا "نہیں' بلکہ آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے' آج اس کی عزت میں چار چاند لگا دیئے جائیں گے"

اب حضور ﷺ نے علم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے لے لیا اور ان کے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ لشکر اسلام جب "مرات الظہران" کے مقام پر پہنچا تو حضور ﷺ نے چاروں طرف آگ کے آلاؤ روشن کرنے کا حکم ارشاد فرمایا جس کی فوراً تعمیل کی گئی ادھر ابوسفیان جو جاسوسی کے لئے نکلے ہوئے تھے۔ لشکر اسلام کی ہیبت اور آگ کے الاؤ سے مرعوب ہو کر بے ساختہ پکار اٹھے۔ اس شان کا لشکر اور اس طرح کی روشنی تو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ اس کے بعد سرور کائنات ﷺ نے فاتحانہ انداز میں مکہ شہر میں جلوہ گری فرمائی اور اعلان عام کیا کہ "آج کسی سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی' جاؤ' تم سب آزاد ہو"

حضور اکرم ﷺ اپنی "قصوا" اونٹنی پر سوار تھے اور لشکر اسلام کی قیادت فرماتے ہوئے مکہ مکرمہ کی گلیوں سے گزر رہے تھے۔ یہ ایسا فاتح لشکر تھا جس کی انفرادیت یہ تھی کہ قتل وغارت گری اور شور شرابے سے مبرہ و منزہ لشکر تھا۔ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کر رہے تھے اور پر امن لشکر شہر میں آ کر خدا کے گھر میں داخل ہوا۔ ایسے پرامن فاتح لشکر کی مثال کائناتی تاریخ میں کہیں نہیں ملتی۔ رسول کریم ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور بیت اللہ کا طواف کیا۔ آپ کے دست مبارک میں ایک کمان تھی کعبہ شریف کی حالت ایک بت کدہ کی سی تھی تین سو ساٹھ بت بڑے سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ اپنی کمان کے ذریعے ان بتوں کو گراتے اور ساتھ ہی ساتھ قرآن حکیم کی اس مقدس آیت کا ورد کرتے "حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا بے شک باطل مٹنے ہی کے لئے ہے۔" ......(سورہ الانبیاء) آپ نے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس کے بعد آپ ڈرے سہمے اور خوف زدہ قیدیوں کے پاس تشریف لائے۔ اب ان کے خون خشک ہو رہے تھے اور وہ اپنی منحوس کارروائیوں کے نتائج اور سزاؤں کے تصور ہی سے مرے جا رہے تھے ایسے میں محبوب رب للعالمین ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "مشرکین!

بتاؤ' آج تمہارے ساتھ کیا سلوک ہونے والا ہے" خون کے پیاسے دشمنوں' کفار اور مشرکین نے جب یہ بات سنی تو گھبرائے چہروں میں لڑکھڑاتی زبانوں سے کہنے لگے.......

آپ ہمارے مہربان اور کریم بھائی ہیں اور شفیق و مہربان بھائی (حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ) کے فرزند ہیں۔ اس لئے ہم اچھے سلوک کی توقع رکھتے ہیں۔ جب سرکار کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا کہ "اچھا' میں بھی اپنے بھائی یوسف (علیہ السلام) کی طرح عام معافی کا اعلان کرتا ہوں۔ تم سے کوئی باز پرس نہیں جاؤ تم سب آزاد کئے جاتے ہو"

اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا جس میں ارشاد فرمایا کہ اس شہر مکہ کو اللہ تبارک و تعالیٰ نے خود ہی حرمت اور عزت والا شہر بنایا ہے اور اسے متبرک بنایا ہے۔ اس وقت مکہ کی حرمت ویسی ہی لوٹ آئی ہے جیسی کل تھی۔ تم میں سے جو موجود ہیں ان پر فرض کہ جو حاضر نہیں ان تک میرا خطبہ پہنچا دیں۔ اللہ تعالیٰ نے شراب' مردار' خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کر دیا ہے۔ اس پر کسی نے پوچھا "مردار کی چربی کے متعلق کیا حکم ہے کیونکہ اس سے کشتیاں روغن کی جاتی ہیں' کھالوں پر لگائی جاتی ہے اور لوگ اس سے چراغ بھی جلاتے ہیں۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "نہیں' وہ بھی حرام۔

تعالیٰ یہود کو غارت کرے جب اللہ تعالیٰ نے ان پر چربیاں حرام کیں تو انہوں نے اسے پگھلایا پھر اسے بیچ ڈالا اور ان کی قیمت کھا گئے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن غیروں کے مقابلے میں ایک ہاتھ کی طرح متحد ہیں اور کافر کی دیت مسلمان کی دیت سے نصف ہو گی۔"

فتح مکہ کے موقع پر تاجدار ختم نبوت ﷺ کا تاریخی خطاب

فتح مکہ کے پر مسرت موقع پر تاجدار نبوت و رسالت ﷺ نے ایک تاریخی خطاب ارشاد فرمایا کہ جس میں آپ نے صبح قیامت تک آنے والے تمام قائدین' فاتحین اور فرمانرواؤں کے لئے اور پوری ملت مسلمہ کے لئے دونوں جہانوں میں کامرانیوں کا دستور اور لائحہ عمل بیان فرمایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تمام جتھوں کو تنہا شکست دی...... یاد رکھو...... ہر قسم کا فخر' تمام انتظامات' خون بہا سب کچھ میرے قدموں کے نیچے ہے صرف کعبہ کی تعریف اور حجاج کی آب رسانی اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اے قوم قریش! اب جہالت کا غرور اور نسب کا افتخار خدا نے مٹا دیا ہے کسی گورے کو کسی کالے پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر' کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت نہیں۔ اگر فوقیت کا معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے اس کے بعد آپ نے قرآن مجید کی ایک آیت مبارکہ تلاوت فرمائی۔ (ترجمہ) لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا اور تمام قوم اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ بے شک خدا سب کچھ جاننے والا اور سب سے زیادہ خبردار ہے۔ (سورۃ الحجرات - 13)

پھر اہل مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد ہوا "غلطی سے کوئی کسی کو مار ڈالے مثلاً کوڑا مارا۔ لکڑی ماری اور وہ مر گیا۔ یہ ارادی قتل کے مشابہ ہے اس کی دیت ایک سو اونٹ ہے جن میں چالیس گابھن اونٹنیاں ہوں۔ عورت اپنے خاوند کی دیت اور مال سے میراث پائے گی اور خاوند بھی عورت کی دیت اور مال سے میراث پائے گا جب تک انہی میں سے کوئی دوسرے کو قتل نہ کر دے۔ جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو غلطی سے قتل کر دے تو وہ اس کے مال کا وارث نہ ہو گا۔ مسلمان کافر کے بدلے قتل نہیں کیا جائے گا۔ زکوۃ وصول کرنے کے لئے مال داروں کو اپنے پاس نہ بلواؤ۔ نہ مال دار اپنی جگہ سے دور چلے جائیں بلکہ زکوۃ ان کے گھروں' باڑوں اور جانوروں کے رہنے سہنے کی جگہ پر ہی لی جائے۔ لوگو! مجھے یہی کہنا تھا میں اللہ تعالیٰ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے استغفار کرتا ہوں۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ اکیلا ہے آپ ﷺ کے اس خطاب کو بخاری' ابوداؤد' ابن ماجہ اور ابن کثیر سب نے نقل کیا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ کعبہ کی چھت پر چڑھ کر اذان پڑھو۔ وہ چھت پر چڑھے اور عرض کیا اے اللہ کے محبوب ﷺ جہاں بھی اذان پڑھتا رہا منہ کعبہ کی طرف کر کے پڑھتا رہا اب' تو آپ ﷺ نے مجھے کعبہ کے بھی اوپر چڑھا دیا ہے منہ کس طرف کروں۔ فرمایا کہ اللہ کے آخری رسول محمد (ﷺ) کی طرف منہ کر کے اذان کہو۔ گویا یہ حکمت بھی سمجھا دی کہ اگر تمہیں کعبہ کی بلندیاں بھی نصیب ہو جائیں تو مصطفیٰ جان رحمت ﷺ سے منہ نہ پھیرنا۔ سبحان اللہ۔ اسی لئے امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کو کعبہ کا بھی کعبہ کہا ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو
کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبے کا کعبہ دیکھو

پھر ام ہانی کے گھر تشریف لے گئے غسل فرمایا اور آٹھ رکعت فتح کی نماز ادا فرمائی۔

لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ﷺ

سلامٌ علی أنوارِ طلعتِکَ الّتِي
أعیشُ بها شکراً وأفنی بها وجداً

○

صبا تو جا کے یہ کہیو مرے سلام کے بعد
کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

یوم الفرقان ○ تاریخ عالم کی انوکھی جنگ

غزوہ بدر میں باپ کے مقابلے میں بیٹا' داماد کے مقابلے میں خسر' بھائی کے مقابلے میں بھائی اور ماموں کے مقابلے میں بھانجا شمشیر بکف تھا۔ کسی رشتے کی کوئی حقیقت پیش نظر نہ رہی اگر کوئی رشتہ باقی تھا تو وہ نسبت رسولی سے قائم ہونے والا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی مقدس ذات کا رشتہ تھا۔ دین مصطفیٰ ﷺ کے رشتے قائم تھے اور نسبتوں کی بہاریں بام عروج پر تھیں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کافر باپ اور حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے مشرک ماموں کا سر قلم کر دیا۔ رسول پاک ﷺ نے مٹھی بھر کنکر کفار کی طرف پھینکے اور دعا کے لئے مقدس ہاتھ اٹھا دیئے۔ اور انتہائی گریہ و زاری کے ساتھ جناب الٰہی میں التجا کی۔ یااللہ! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے آج اسے پورا فرما دے۔ اے اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر افراد تیری راہ میں شہید ہو گئے تو پھر قیامت تک روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔ حالت سجدہ میں حضور کریم ﷺ اپنے رب سے راز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور انتہائی ادب و احترام کے ساتھ بھرائی ہوئی آواز میں عرض گزار ہوئے۔ اے میرے آقا و مولا ﷺ۔ اب بس فرمایئے اللہ تعالیٰ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ کفار کی طرف سے عتبہ' شیبہ اور ولید میدان میں آئے ادھر سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ' حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے رن میں قدم دھرا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ولید کو جہنم نگر پہنچایا' حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے عتبہ رضی اللہ عنہ کو قتل کیا اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ نے شیبہ کو زخمی کیا۔ اور مولا علی رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی مدد سے اسے بھی جہنم رسید کر دیا گیا۔

اب عام لڑائی کا آغاز ہوا۔ فرشتے آسمان سے اترے قرآن حکیم گواہ ہے کہ ایک ہزار ملائکہ اترے پھر تین ہزار ہو گئے اور پھر پانچ ہزار ہو گئے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں ابوجہل سمیت بڑے بڑے قریشی سردار مارے گئے۔ اور تین سو تیرہ کے مختصر سے لشکر نے ایک بڑے لشکر پر فتح و کامرانی حاصل کی۔ 17 رمضان کا یادگار اور تاریخی دن آج بھی یہ سبق یاد کروا رہا ہے کہ اگر قوت ایمانی کے ساتھ دامن رسول ﷺ کو مضبوطی سے تھام لیا جائے تو دو جہاں کی کامیابیاں ہمارا مقدر بن سکتی ہیں کشمیر اور فلسطین سمیت دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کو ظلم و استبداد سے نجات مل سکتی ہے۔ بقول اقبال۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

غزوہ بدر ○ حق و باطل کا معرکہ اول

ہجرت کے دوسرے سال مارچ 624 عیسوی میں رمضان المبارک کی 17 تاریخ کو جمعتہ المبارک کے دن مدینہ پاک سے 80 میل دور (اور مکہ مکرمہ سے 220 میل کے فاصلے پر) بدر کے مقام پر حق و باطل کا معرکہ اول رونما ہوا۔ یہ مقام عہد قدیم ہی سے عرب قبائل کی توجہ کا مرکز رہا اور اس مقام کا نام "بدر" ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ اس جگہ ایک کنواں تھا جس کے مالک کا نام "بدر" تھا سو اس کنویں کے مالک کے نام سے اس جگہ کا نام بھی "بدر" ہی مشہور ہوا۔ اسی سال رمضان کے روزے فرض ہوئے اور مسلمان پہلی مرتبہ روزے رکھ رہے تھے۔ مدینہ طیبہ میں روز افزوں مسلمانوں کے استحکام کی خبریں مکہ مکرمہ میں بسنے والے مشرکین و کفار کو ہر وقت بے چین کئے رکھتی تھیں۔ اور انہوں نے مل کر مسلمانوں پر اجتماعی حملہ کی تیاریاں شروع کر دیں۔

ادھر رسول کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 12 رکنی وفد وادی نخلہ بھیجا اور کمال حکمت عملی سے ایک مکتوب گرامی بھی انہیں عطا فرمایا کہ فلاں روز اس مکتوب کو کھول کر پڑھنا اور دی گئی ہدایات پر عمل کرنا جب مقررہ اوقات میں مکتوب کھولا گیا تو محبوب رب للعالمین ﷺ کا یہ حکم مرقوم تھا کہ وادی نخلہ میں رک جاؤ اور قریش مکہ کے اور دیگر لوگوں کے عزائم سے آگاہی حاصل کرو اور اس سلسلہ میں جاسوسی کے لئے تمہارے ساتھی تمہارے ساتھ ہیں۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کے لئے

کمربستہ ہو گئے اور اسی دوران قریش کے ایک مختصر گروہ سے جھگڑے کے نتیجے میں عمرو بن الحضرمی' حضرت واقعہ بن عبداللہ تمیمی رضی اللہ عنہ' کا تیر لگنے سے ہلاک ہو گیا۔ مسلمانوں نے کفار سے مال سے لدے ہوئے اونٹ بھی چھین لئے اور انہیں مال غنیمت بنا کر مدینہ پاک لوٹ آئے۔ ادھر واقعہ کی خبر ملتے ہی کفار و مشرکین آگ بگولا ہو گئے اور ان کے سینوں میں انتقام کی آگ کے شعلے بھڑک اٹھے ایک ہزار کا لشکر جرار لے کر وہ مکہ مکرمہ سے روانہ ہوئے غرور و تکبر اور گھمنڈ کے ساتھ ان کے پاس 700 اونٹ' ایک سو گھوڑے سو سو بند سواروں کے جتھے' 600 زرہ پوش تھے یعنی 950 جنگجو اور 50 خدام بلا کر ایک ہزار تعداد تھی اور ادھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں 74 مہاجرین اور دیگر انصار کی تعداد ملا کر کل 313 مجاہدین بنتے تھے کل چھ زریں تھیں اور 8 شمشیر زن تھے۔ باقیوں کے پاس نیزے تھے اور تیر کمان تھے 70 اونٹ اور صرف تین گھوڑے تھے۔ لیکن ان کے پاس ایمان کی قوت تھی اور انہوں نے دامن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غیر مشروط وابستگی اختیار کر رکھی تھی۔ جس نے ان کے ایمان کو مزید مستحکم کیا اور اس مختصر قافلے نے 17 رمضان کو بدر کے مقام پر ہونے والے حق و باطل کے پہلے معرکے میں تاریخی فتح حاصل کی۔ 70 کفار کو جہنم رسید کیا' 70 کو قیدی بنایا جبکہ کل 14 مسلمان شہید ہوئے۔ خداوند قدوس نے فرشتوں کے ذریعے اہل اسلام کی نصرت فرمائی اور اس پر قرآن حکیم کی شہادت کافی ہے۔

رمضان المبارک کا تیسرا عشرہ

ماہ نور و سرور' رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی رحمتوں' برکتوں اور بخشش و نجات کے سرمدی پیغام کے ساتھ جلوہ فگن ہوتا ہے اور سارا مہینہ گلشن اسلام میں بہار کا سماں پیدا کر دیتا ہے۔ مسجدیں آباد اور گھروں میں یاد الٰہی کا راج قائم ہو جاتا ہے۔ ہر سُو نور کی برکھا برستی ہے دلوں کی ویران کھیتیاں سرسبز و شاداب ہونے لگتی ہیں اور گوہر ایمان خوب چمکنے لگتا ہے۔ حضور رسول رحمت ﷺ یوں تو ہر وقت یاد الٰہی میں محو و مگن رہتے اور کوئی بھی ساعت یاد خدا کے بغیر نہ گزرتی لیکن ماہ رمضان کے تقدس ماب دنوں میں آپ ﷺ عبادت کا خصوصی اہتمام فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ .... حضور ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں عبادت میں مجاہدہ فرماتے اور ایسی مشقت برداشت فرماتے جو دوسرے عام دنوں میں نہ فرماتے۔

آپ ہی فرماتی ہیں کہ .... جب رمضان کا آخری عشرہ آتا تو نبی ﷺ پوری طرح مستعد ہو جاتے رات کو جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی بیدار کرتے ....(بخاری)

شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ .... معلوم ہوا رمضان کے آخری عشرہ میں خصوصی طور پر ذکر و فکر عبادت الٰہی میں مشغول ہونا' نہ صرف خود بلکہ اپنے اہل و عیال کو بھی جگانا اور عبادت کی طرف توجہ دلانا باعث برکت و موجب رحمت ہے۔

معلوم ہوا کہ رمضان المبارک اور بالخصوص اس کے تیسرے عشرے میں عبادات و نیکی کا خصوصی اہتمام کرنا سنت نبوی ہے اور اس اہتمام سے رضائے رب کے

ساتھ ساتھ احیائے سنت کا اجر بھی ضرور نصیب ہو گا۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ رمضان کے آخری عشرہ میں سید عالم ﷺ اعتکاف فرماتے۔ آپ ﷺ کا معمول یہ ہوتا کہ مسجد میں تشریف فرما ہوتے' نفل پڑھتے' تلاوت قرآن مجید' ذکر الٰہی اور دعا ہی آپ ﷺ کی مصروفیت ہوتی۔ آپ ﷺ یہ اہتمام اس لئے بھی فرماتے کہ تعلیم امت کا فریضہ ادا ہو جائے اور ساتھ ہی گناہ گار امتیوں میں گیارہ مہینے شیطان اور شیطانی قوتوں سے مدافعت اور ان پر غلبہ حاصل کرنے کی قوت پیدا ہو جائے۔ اس مبارک عشرے میں وہ رات جو ہزار مہینوں سے افضل ہے کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے رمضان کی ستائیسویں شب صبح ہونے تک عبادت کی وہ مجھے رمضان کی تمام راتوں کی عبادت سے زیادہ پسند ہے۔ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے والد گرامی (ﷺ) وہ ضعیف لوگ کیا کریں جن میں قیام کی سکت و قوت نہیں۔ فرمایا۔ کیا وہ سرہانے اور تکئے کی اوٹ لگا کر نہیں بیٹھ سکتے کہ اس رات میں چند لمحات بیٹھ کر گزاریں اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔ یہ بات مجھے اپنی امت کے تمام ماہ رمضان کو قیام میں گزارنے سے زیادہ عزیز ہے۔ تیسرے عشرہ رمضان کی اس رات کے بارے میں حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ اس رات بے شمار فرشتے اترتے ہیں ان کے اترنے سے آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ تب انوار چمکتے ہیں۔ عظیم تجلی اترتی ہے۔ بعض لوگ جنت کے احوال سے آگاہ کئے جاتے ہیں۔ انہیں جنتی نعمتوں کا ادراک ہو جاتا ہے وہ عرش اعظم کا نظارہ کر لیتے ہیں اور انہیں رب کا جمال دیکھنے کو ملتا ہے اور ان کی آنکھوں سے حجاب اٹھ جاتے ہیں۔

شب قدر ، ہزار مہینوں سے افضل رات

دربار رسالت میں بنی اسرائیل کے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جس نے ایک ہزار مہینے تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کیا تھا اس کے تذکرے سے حضور ﷺ نے تعجب کا اظہار فرمایا اور پھر اپنی امت کے لئے آرزو کرتے ہوئے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے کہ اے اللہ - میری امت کے لوگوں کی عمریں کم ہونے کی وجہ سے نیک اعمال بھی کم ہوں گے۔ تو اس پر رب کریم نے اپنے محبوب ﷺ کی دعا کی بدولت شب قدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے افضل رات ہے۔ خازن نے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے اور امام ولی الدین احمد عراقی المتوفی 826 ھ کی کتاب لیلۃ القدر (مطبوعہ مصر) میں بھی حضرت ابن عباس کی یہ روایت موجود ہے اور موطا امام مالک میں ہے رسول کریم ﷺ کو پہلے لوگوں کی عمریں دکھائی گئیں جو بہت طویل تھیں۔ آپ ﷺ نے خیال فرمایا کہ میری امت کی نیکیوں سے ان کی نیکیاں تو بڑھ جائیں گی کیونکہ طویل العمری کے سبب انہیں زیادہ نیکیوں کا موقع ملا اس پر اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی اور ارشاد ہوا "بے شک ہم نے اسے (قرآن پاک کو) شب قدر میں نازل کیا اور تمہیں کیا معلوم کہ شب قدر کیا ہے' شب قدر ہزار مہینوں سے افضل ہے اس میں فرشتے اور جبریل اپنے رب کے حکم سے نازل ہوتے ہیں اور اس رات میں طلوع فجر تک سلامتی ہے" .... (القرآن)

بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ ﷛ کی روایت ہے حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو آدمی حالت ایمان میں ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کرتا ہے اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ رات کب آتی ہے؟ بخاری ہی میں حضرت عائشہ راوی ہیں کہ سرکار ہر عالم ﷺ نے فرمایا کہ ــــ رمضان کے آخری دس دنوں میں "طاق راتوں" میں لیلۃ القدر تلاش کرو......

خود حضور ﷺ اسی مقصد کے لئے رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف فرماتے تھے۔ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتیں 21، 23، 25، 27 اور 29 ہیں۔ سب سے زیادہ روایات 27 ویں شب کے متعلق ملتی ہیں لیکن بعض راویان حدیث اور محدثین نے 21 اور 23 رمضان کی راتوں کی فضیلت بھی بیان فرمائی ہے۔ اس رات بخشش عام ہوتی ہے بڑے سے بڑے جرم بخش دیئے جاتے ہیں لیکن اس باران رحمت سے چار افراد محروم رہتے ہیں۔ عادی شرابی، ماں باپ کا نافرمان، کینہ پرور اور قطع رحم کرنے والا۔ اس لئے ان جرائم میں سے کسی بھی جرم میں مبتلا افراد کو سچے دل سے توبہ کر کے اس جرم سے اپنی وابستگی ختم کرنی چاہئے۔ شرابی، شراب نوشی چھوڑ دیں۔ ماں باپ کا نافرمان، کینہ پرور اور قطع رحم کرنے والے بھی ان جرائم سے عملاً لاتعلقی ثابت کریں پھر معافی مانگیں تو اللہ تعالیٰ کو رحم کرنے والا اور گناہوں کو معاف کرنے والا پائیں گے اس رات جو دعا پڑھنے کی حضور ﷺ نے تعلیم فرمائی ہے اور اسے ابن ماجہ اور ترمذی نے نقل کیا ہے وہ یہ ہے۔

اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی ۰

شب قدر میں کرنے کے کام

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا' یا رسول اللہ ﷺ! اگر
میں شب قدر پالوں تو اس رات کیا کروں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ........ یہ دعا
پڑھو اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی (ترجمہ) الٰہی تو معاف کرنے
والا اور معافی کو پسند کرنے والا ہے مجھے معاف فرمادے۔ (ترمذی)

تلاوت قرآن مجید' درود پاک پلور نوافل پڑھنا بہت مفید ہیں۔ محفل نعت' محفل
میلاد' محفل ذکر جیسی اجتماعی عبادات کا اہتمام بھی روحانی بالیدگی کا باعث ہے۔
رب کریم کے اسمائے گرامی میں سے کسی ایک بھی اسم پاک کا ورد بے شمار برکات کے
حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ بیماروں کے لئے یا حی یا قیوم' بے روز گاروں کے لئے یا
رحیم یا اللہ' روحانیت کے دلدادہ اور معرفت الٰہی کے حصول کی جستجو رکھنے والے اسم
ذات الٰہی "اللہ" کا وظیفہ پڑھیں اور آنکھیں بند کر کے دل اور دماغ میں اسی اسم پاک
کو نقش کرنے کی تصوراتی مشق کریں۔ جب رات ڈھلنے لگے تو تہجد کے نوافل کی
ادائیگی' دنیا اور دین دونوں جہتوں میں راہنما ثابت ہو گی۔ دعا اجتماعی ہو یا انفرادی اس
کے اول و آخر درود پاک کی کثرت ہی اس کو قبولیت کے درجہ پر فائز کر سکتی ہے۔
مجموعی طور پر استغفار پڑھتے رہنے سے روحانی لطافت نصیب ہوتی ہے۔

صاحب نزہتہ المجالس نے شب قدر کے لئے خصوصی نوافل پڑھنے کی تاکید اس
طرح فرمائی ہے کہ چار رکعت نوافل اس طرح پڑھے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے
بعد ایک دفعہ سورۃ التکاثر اور تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے اس کے جو فائدے ہوں
گے ان میں سے ایک تو یہ ہے کہ بوقت مرگ سکرات میں آسانی ہو گی اور دوسرے یہ

کہ عذاب قبر سے محفوظ رہے گا۔ اکابرین امت میں سے بعض کا معمول یہ بھی رہا ہے کہ شب قدر کے موقع پر وہ چار رکعت نوافل اس طرح پڑھتے کہ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ القدر ایک مرتبہ اور سورہ اخلاص ستائیس مرتبہ پڑھتے۔ اس کے علاوہ چار رکعت نوافل اس طرح بھی پڑھے جا سکتے ہیں کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد سورہ قدر تین مرتبہ اور سورہ اخلاص پچاس مرتبہ پڑھے نماز ختم کرنے کے بعد کسی سے بات چیت کئے بغیر سجدے میں جا کر سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ و اللہ اکبر جتنی توفیق ہو پڑھتا رہے اور پھر درود پاک کے درمیان دعا مانگے۔ اس سے دلی مراد پائے گا۔ اور اسکی دعا قبول ہو گی۔ بعض کا معمول یہ بھی رہا ہے کہ دو رکعت نوافل پڑھتے اور ان کا طریقہ یہ ہوتا کہ فاتحہ کے بعد ہر دو رکعت میں سات سات مرتبہ سورہ اخلاص پڑھتے تھے نماز کی تکمیل کے بعد اسی جگہ اسی کیفیت میں بیٹھے بیٹھے سات مرتبہ استغفار پڑھتے۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ جو ایسا عمل کرے وہ اپنی جگہ چھوڑے گا اور اس سے پہلے خداوند قدوس اس پر اور اس کے والدین پر رحمت کی چادر اوڑھا دیں گے اور وہ رب کی رحمت کے جلوؤں میں ہو گا۔ اس مقدس رات میں اکثر لوگ رات کا پہلا حصہ تو بڑے خشوع خضوع کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے لیکن رات کے پچھلے پہر آرام کی نیند سو جاتے ہیں۔ حالانکہ ایسا نہیں چاہئے اگر طبیعت ناساز ہو یا صحت اجازت نہ دے تو الگ بات ہے ویسے اس میں بھی کوشش یہ کرے کہ رات کا پچھلا پہر اللہ کی یاد میں گزارے کیونکہ اس وقت رحمت الٰہی جوش میں ہوتی ہے اور ہر مانگنے والے کو عطا کیا جاتا ہے اس سے ضرور اکتساب فیض کرنا چاہئے۔
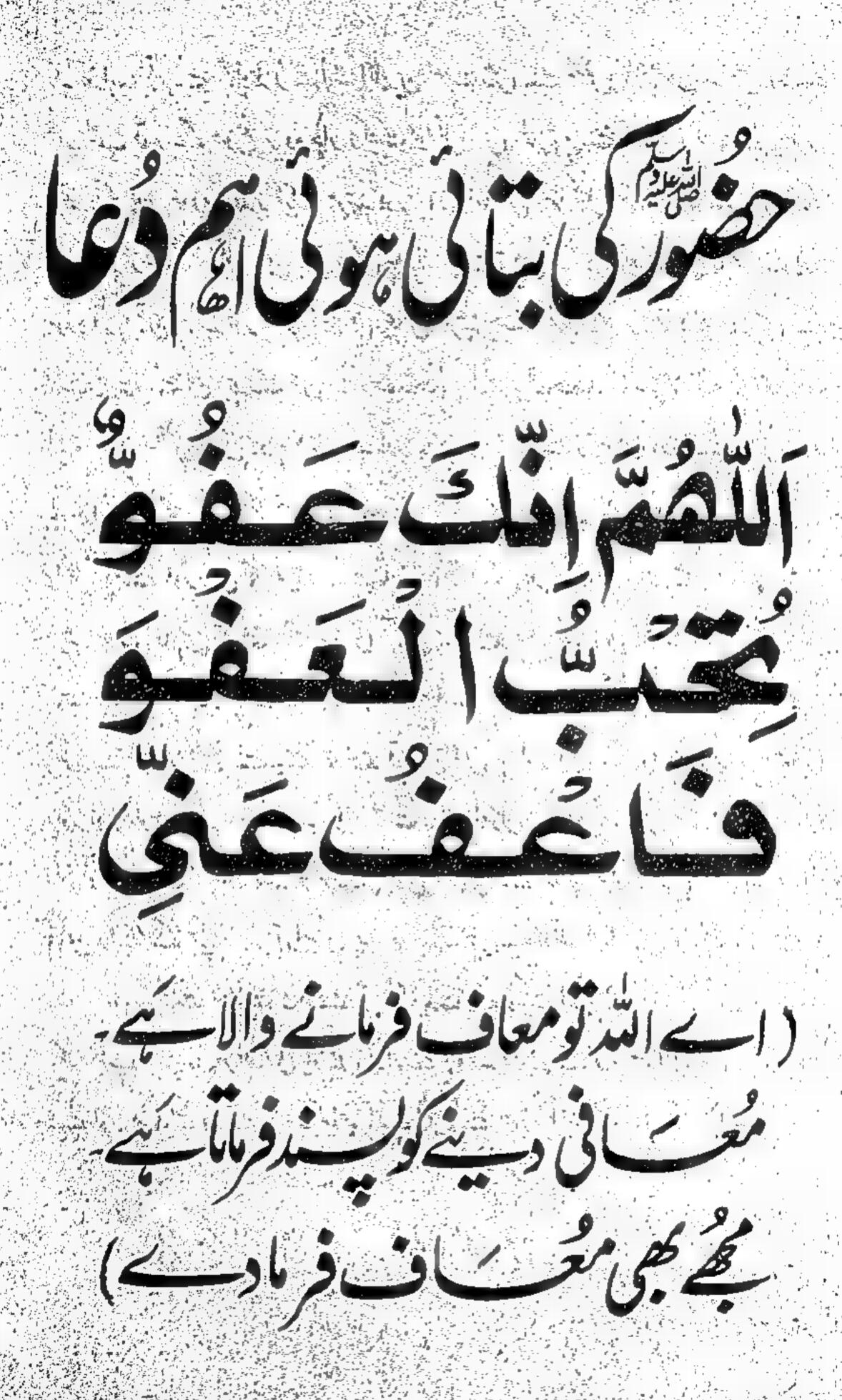
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی اہم دُعا
اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ
تُحِبُّ الْعَفْوَ
فَاعْفُ عَنِّي
(اے اللہ تو معاف فرمانے والا ہے۔
مُعافی دینے کو پسند فرماتا ہے۔
مجھے بھی مُعاف فرمادے)

اعتکاف کی فضیلت و اہمیت
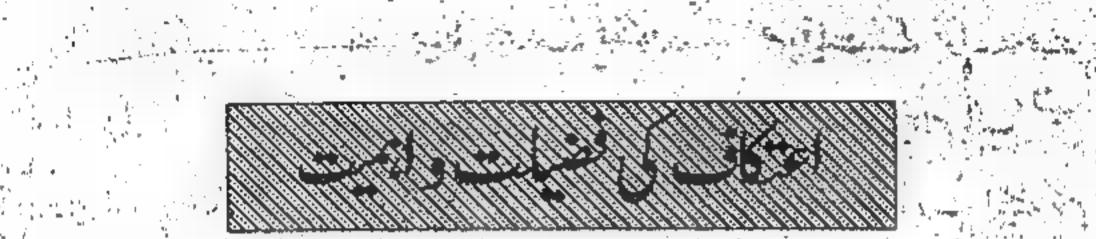
رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں اعتکاف کرنا موکدہ سنت کفایہ ہے۔ اعتکاف سے متعلق حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے۔ یہاں تک اسی طریقہ پر آپ نے وصال فرمایا۔ آپ ﷺ بیس رمضان کو غروب آفتاب کے وقت اعتکاف کی نیت سے مسجد میں جلوہ افروز ہوتے اور رات دن عبادت الٰہی میں مصروف رہتے یہاں تک کہ رمضان کی تیس یا انتیس کو چاند نظر آ جاتا۔ سنت موکدہ کفایہ سے مراد یہ ہے کہ شہر کی جامع مسجد میں اگر کسی ایک شخص نے بھی اعتکاف کر لیا تو سارا شہر بری الذمہ ہو گیا اور اگر کسی نے بھی نہ کیا تو اس شہر میں بسنے والے ہر شخص سے اس کے متعلق باز پرس ہو گی۔ ترمذی اور ابن ماجہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کی روایت ہے کہ وصال تک حضور ﷺ ہمیشہ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ اور آخری سال آپ ﷺ نے خلاف معمول بیس دن یعنی آخری دو عشرے اعتکاف فرمایا۔ پہلے ہر سال جبرئیل امین ہر رمضان میں ایک مرتبہ آپ کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے تھے۔ لیکن آخری سال انہوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دو مرتبہ قرآن پاک کا دور کیا۔

اعتکاف کا مقصد رضائے رب کے لئے یکسوئی کے ساتھ ذکر الٰہی میں مصروف ہونا ہے اور اس کا ایک مقصد شب قدر کو پالینا بھی ہے۔ اگر رمضان کا آخری عشرہ مکمل

یکسوئی کے ساتھ یادِ الٰہی میں گزرے تو شب قدر کے نصیب ہو جانے کے قوی امکانات ہوتے ہیں۔ روزے کی طرح اعتکاف سے بھی تقویٰ کی تربیت ہوتی ہے اعتکاف کے دوران زیادہ سے زیادہ قرآن مجید کی تلاوت اور نوافل کو معمول بنانا چاہیے۔ حضور سیدنا غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ نے اعتکاف کی مصروفیات کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ معتکف کو چاہیئے کہ وہ حالت اعتکاف کے دوران تلاوت کلام پاک، تسبیح (سبحان اللہ پڑھنا) تہلیل یعنی لا الہ اللہ کا ذکر، اور غور و فکر میں مصروف رہے ایسے کام کرے جن سے اللہ تعالٰی کا قرب نصیب ہو۔

حضور ﷺ کی ازواج مطہرات بھی اعتکاف کیا کرتی تھیں لیکن یہ بات واضح رہے کہ خواتین کے لئے اعتکاف کی بہترین جگہ گھر کی حویلی میں نماز پڑھنے کی جگہ ہے بعض لوگ اعتکاف کے دوران بالکل خاموش رہنے کو عبادت خیال کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مکروہ ہے معتکف کو چاہیئے کہ وہ اعتکاف کے دوران دین و اسلام اور معاشرتی و اعتقادی اصلاح کی گفتگو میں شریک ہو۔ دینی کتب کا مطالعہ، تصنیف تالیف، مراقبہ مکاشفہ کے سلسلہ میں بھی مصروفیت جائز اور درست ہے ابن ماجہ میں حدیث پاک ہے حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معتکف چونکہ اعتکاف کے دنوں میں گناہوں سے رکا رہتا ہے اس لئے اس کے حق میں وہ تمام نیکیاں لکھی جاتی ہیں جو وہ سب سے زیادہ نیکیاں کرنے والا ہو۔ اعتکاف کے دنوں میں زندگی بھر کی قضا ہونے والی نمازوں کا قرض ادا کرنا بھی بہت مناسب ہے اور اس طرف بھی توجہ مرتکز کرنا چاہیے۔ اس لئے رضائے رب کے لئے اختیار کی گئی گوشہ نشینی سے قرب خداوندی کا حصول سب سے بڑی نعمت ہے۔

رمضان المبارک، درود پاک اور احترام والدین
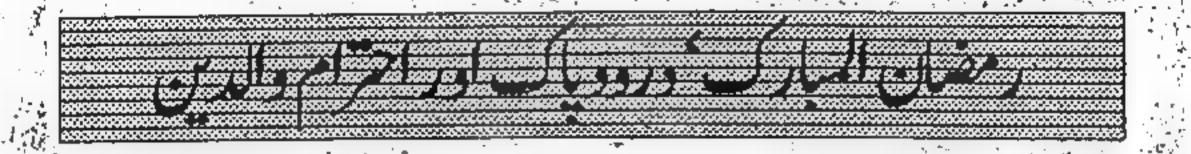
مصطفیٰ جان رحمت ﷺ خطبہ ارشاد فرمانے کے لئے مسجد نبوی میں جلوہ افروز ہوتے ہیں اپنے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں' آمین صحابہ حیران ہیں کہ آج منبر پر بیٹھنے کے انداز پہلے سے مختلف اور بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ دوسری سیڑھی پر قدم رکھتے ہوئے بھی آمین ارشاد فرماتے ہیں اور پھر تیسری سیڑھی پر جب قدم رکھتے ہیں تو پھر یہی لفظ زبان حق ترجمان پر جاری ہوتا ہے۔ صحابہ کرام میں سے کسی نے پوچھ لیا کہ اے اللہ تعالیٰ کے پیارے محبوب ﷺ یہ تو ارشاد فرمائیں کہ خلاف معمول تین مرتبہ آمین' آمین' آمین کہنے کا کیا سبب ہے؟ اب محبوب خدا ﷺ گویا ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ جب میں منبر پر پہلا قدم رکھنے لگا تو جبریل امین حاضر ہوئے اور انہوں نے کہا کہ میں دعا کرتا ہوں اور اس پر آپ ﷺ آمین ارشاد فرمایئے تاکہ وہ دعا اللہ کی بارگاہ میں مستجاب ہو جائے۔ پھر انہوں نے کہا کہ وہ شخص ہلاک ہو جس نے اپنی زندگی میں رمضان کا مہینہ پایا مگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کر کے اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی نہ کیا۔ میں نے اس پر آمین کہا پھر جبریل نے دعا مانگی ہلاک ہو وہ شخص' جس نے آپ ﷺ کا اسم گرامی سنا اور آپ ﷺ پر درود پاک پڑھ کر خدا کریم کو راضی نہ کر سکا۔ میں نے اس پر بھی آمین کہا اور پھر تیسری مرتبہ جبریل نے یہ دعا کی کہ وہ شخص بھی ہلاک ہو جس نے اپنی زندگی میں اپنے ماں باپ یا دونوں میں سے کسی ایک کو پایا اور ان کی خدمت و تکریم کر کے اس نے اپنے رب کو راضی نہ کیا۔ تو میں نے اس پر بھی آمین کہا...... مقام غور یہ ہے کہ فرشتوں کا امام و پیشوا اور رسول کریم محبوب رب اللعالمین ﷺ کا رفیق خاص بڑی محبت سے ایک

دعا کرے اور حبیب خدا ﷺ آمین کے ذریعے اس کی قبولیت کی سفارش (Recomendation) فرما دیں تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں کیسے قبول نہیں ہوگی؟ گویا حضور ﷺ کا سفارش فرما دینا ہی اس کی قبولیت کی سند ہے۔ کیونکہ جس ہستی پاک کے نام کا وسیلہ دے کر دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے جس کے چہرے کا واسطہ دے کر بارش مانگی جائے تو باران رحمت کا نزول ہوتا ہے اگر وہ مقدس ہستی ہی کسی دعا پر آمین ارشاد فرما دے تو اس کے مستجاب ہونے میں کوئی امر مانع نہیں رہ سکتا۔

اب معلوم یہ ہوا کہ ان تین معاملات کا بارگاہ الٰہی میں بہت قرب ہے اور بلند مقام ہے لہٰذا ماہ رمضان المبارک کی قدر دانی اس انداز میں کی جائے کہ اس کے تقدس کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے خصوصی طور پر اس دوران عبادات کی طرف زیادہ سے زیادہ توجہ مرتکز کی جائے۔ غرباء اور مساکین اور مستحقین کی مالی امداد کی جائے۔ قرآن اور صاحب قرآن ﷺ کے ساتھ وفاداری کا تعلق مضبوط اور مستحکم بنایا جائے پھر حضور کریم ﷺ کا اسم گرامی سنتے ہوئے پڑھتے ہوئے اور لکھتے ہوئے خالی اسم گرامی نہ لکھا جائے بلکہ پورا درود پاک بھی لکھا اور پڑھا جائے اور تیسرے یہ کہ بوڑھے والدین کی عزت و تکریم کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ان کی خدمت گزاری کے تمام تقاضے پورے کئے جائیں تاکہ وہ اپنی اولاد سے خوش ہوں۔ کیونکہ والدین کی رضا میں رب کی رضا کا راز پوشیدہ ہے۔ آج ہمیں یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم رمضان المبارک عبادت الٰہی، صاحب قرآن ﷺ کی ذات پر درود پاک پڑھنے اور والدین کی خدمت میں گزاریں گے اور اس کے ذریعے اپنے رب کو راضی کریں گے۔

کے ذریعے ہم ضرور اپنے رب کو راضی کریں گے۔

مسلمان کا نصاب زندگی ① قرآن مجید

مدینہ طیبہ پہنچنے پر رسول رحمت ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ حضرت محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ اس کے راوی ہیں۔ اس خطبہ میں رسول کریم ﷺ نے قرآن مجید کی فضیلت بیان فرمائی، اور اسے مسلمان کے لئے نصاب زندگی قرار دیا۔ خطبے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "سب سے بہتر کلام اللہ کی کتاب ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کے محاسن آراستہ کئے اور کفر کے بعد اس کو اسلام میں داخل ہونے کی توفیق دی اور اس نے انسانی باتیں چھوڑ کر اللہ کا کلام پسند کیا۔ بے شک وہ کامیاب ہوا" آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کا کلام سب سے سچا اور زیادہ پراثر ہے جو شخص کلام الٰہی کو دوست رکھے اسے تم بھی دوست رکھو اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دلی محبت پیدا کرو...... ترمذی کی حدیث ہے سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ قرآن مجید کو دوسرے کلاموں پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی اپنی مخلوق پر خدا تعالیٰ کو حاصل ہے۔ مسلم شریف میں حدیث شریف موجود ہے۔ "حضور ﷺ نے فرمایا کہ قرآن اللہ کی کتاب تمہارے درمیان چھوڑ رہا ہوں اس میں نور اور ہدایت ہے تم اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے تھام لو"

قرآن مجید ایک مسلمان کے لئے تو نصاب زندگی ہے ایسا نصاب زندگی کہ قرآن پڑھنے پڑھانے والے کو سب سے منفرد اور ممتاز قرار دیا گیا (بخاری) اور ساتھ ہی بشارت دی گئی کہ قرآن مجید کا ماہر یوم حشر جنت میں رسل اور ملائکہ کے ساتھ ہوگا۔ پھر تنبیہہ کی گئی کہ جس کے سینے میں قرآن نہیں اس کا دل اجاڑ ہے اور ویرانے کی مثل ہے (ترمذی) حضور ﷺ نے فرمایا قرآن کو دلچسپی کے ساتھ پڑھو اور اس میں تدبر

کرو، فلاح پاؤ گے،" آپ ﷺ نے فرمایا کہ دو شخص قابل رشک ہیں ایک وہ جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی اور وہ دن اور رات اسی میں لگا رہا اور دوسرا وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے دولت دی اور وہ دن رات اسے راہ خدا میں خرچ کرتا رہا...... اس مقدس کلام میں کائنات کی ہر شے کا بیان ہے۔ کوئی ایسی شے اور کائنات کا کوئی ایسا گوشہ نہیں جس کا تذکرہ اس میں موجود نہ ہو۔ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کا حل قرآن نے پیش نہ کیا ہو۔

فصاحت و بلاغت میں بے مثل ہے دنیا کا کوئی کلام اس کی نظیر نہیں بن سکا۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود رب کریم نے اپنے ذمہ لے لی کہ صبح قیامت تک اس میں الفاظ تو دور کی بات ہے اعراب (زیر اور زبر) تک کا فرق نہیں آنے دیا جائے گا۔ یہی کلام رسول کائنات ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ ایسی حکمت کہ جو ہمیشہ اصول، ضابطہ اور قانون کی حیثیت ہی سے قائم و سلامت رہے۔ درجہ اس قدر کہ معاذ جہنی رضی اللہ عنہ راوی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن کو پڑھے اور اس پر عمل کرے تو قیامت کے دن اس کے ماں باپ کو ایسا تاج پہنایا جائے گا کہ اس کی روشنی دنیا کے سورج کی روشنی سے زیادہ ہو گی۔ جب کہ سورج کو اتنا قریب تصور کر لیا جائے کہ گویا تمہارے گھروں میں اتر آیا ہو...... اب غور کرو کہ جب ماں باپ کا یہ مرتبہ ہو گا تو خود اس شخص کا کیا درجہ ہو گا جس نے قرآن پر عمل کیا (احمد) پڑھنے کا اجر اس قدر ہے کہ ایک حرف کے بدلے دس نیکیاں ملیں۔ سورۃ بقرہ پڑھ لی جائے تو شیطان وہاں نہیں آسکتا اور سورۃ اخلاص تہائی قرآن کے برابر ہے۔

ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

أَدِّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَىٰ ثَلَاثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِيِّكُمْ وَ حُبِّ أَهْلِ بَيْتِهِ وَ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ

الحدیث

ترجمہ :- اپنی اولاد کو تین چیزیں سکھاؤ ، اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ، اہلِ بیت کی محبت اور قرآن کا پڑھنا : (الجامع الصغیر ۱/۱۴)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰہُ فِیۡ لَیۡلَۃِ الۡقَدۡرِ ۚ وَمَاۤ اَدۡرٰىکَ

مَا لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ؕ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ ۬ۙ خَیۡرٌ مِّنۡ

اَلۡفِ شَہۡرٍ ؕ تَنَزَّلُ الۡمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوۡحُ فِیۡہَا

بِاِذۡنِ رَبِّہِمۡ ۚ مِنۡ کُلِّ اَمۡرٍ ۛ سَلٰمٌ ۟ۛ

ہِیَ حَتّٰی مَطۡلَعِ الۡفَجۡرِ

اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

بے شک ہم نے اسے شب قدر میں اتارا..... اور تم نے کیا جانا" کہ کیا شب قدر؟ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے..... اس میں فرشتے اور جبریل اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے لئے..... وہ سلامتی ہے صبح چمکنے تک

(ترجمہ کنز الایمان)

قضائے عمری ○ ایک غلط فہمی کا ازالہ

رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن ایک ساعت آتی ہے جس میں ہر دعا قبول ہوتی ہے........ یہ روز سعید' سید الایام ہے اور دیگر تمام دنوں سے افضل ہے۔ اہل ایمان کے لئے یوم عید ہے۔ جمعہ اور عید میں متعدد امور مشترک ہیں۔ اجلا لباس زیب تن کرنا' غسل کرنا' خوشبو لگانا جمعہ اور عید دونوں میں مسنون ہیں۔ ان دونوں دنوں میں باجماعت نماز کی بھی دو رکعت ہیں۔ مقبولیت دعا کی ساعت کے متعلق مختلف آراء ہیں۔ البتہ ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہے کہ وہ مبارک اور سعادت مند ساعت نماز عصر کے بعد اور مغرب سے پہلے آتی ہے اور اس شخص کو نصیب ہوتی ہے جو نماز عصر کے بعد مغرب کی نماز کا انتظار کرے' ذکرو فکر میں مصروف رہے اور مقصد کو پیش نظر رکھے۔

اب فضیلت کے اظہار کا مقصود یہ ہے کہ جو فضیلت اور بزرگی اللہ کریم نے یوم الجمعہ کو عطا کی ہے وہ ہفتے کے دیگر دنوں کو نصیب نہیں پھر سال بھر میں پورے سال کے جمعوں کا سردار خداوند قدوس نے ماہ رمضان المعظم کے آخری جمعہ کو بنایا اسی جمعہ کو عرف عام میں جمعتہ الوداع بھی کہتے ہیں۔ دیگر خصوصیات کے علاوہ عام فہم جو خصوصیات اس روز مبارک کو ملیں وہ یہ ہیں کہ یہ اس مبارک عشرہ کا جمعہ ہے جو رمضان کا آخری اور تیسرا عشرہ ہے۔ یہ نجات اور مغفرت کا عشرہ ہے یہ لیلتہ القدر اور نزول قرآن مجید کا عشرہ ہے اس لئے قرب الٰہی کے حصول کے لئے اور قبولیت دعا کے

لئے اس دن (جمعتہ الوداع) کا انتخاب انتہائی موزوں اور مناسب ہے جمعتہ الوداع کے مبارک موقع پر مسواک کرنا' غسل کرنا' صاف ستھرے کپڑے پہننا' خوشبو لگانا اور صدقہ و خیرات دے کر مسجد میں جانا نوافل پڑھنا' تلاوت قرآن مجید سے روح کو جلا بخشنا' صلوۃ التسبیح پڑھنا' سورت کہف کی تلاوت کرنا' ذکر الٰہی میں مصروف رہنا' خدمت خلق کے کام کرنا اور مراقبہ و مکاشفہ میں وقت گزارنا معرفت الٰہی کا سبب بنتے ہیں.......

جمعتہ الوداع کی عظمت کا تو کیا کہنا عام جمعہ کے بارے میں سرکار کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جمعہ کے دن جس نے نہلایا اور خود نہایا اور اول وقت جمعہ کی نماز کے لئے گیا اور اول خطبہ پایا۔ پیدل چلا (سواری پر نہ گیا) اور امام کے قریب بیٹھ کر غور سے خطبہ سنا۔ لغو حرکات سے بچا اس کے ہر ہر قدم پر ایک ایک سال کے روزہ اور تہجد کا ثواب ہے...... ابواللیث سمرقندی رحمۃ اللہ علیہ نے "تنبیہہ الغافلین" میں ایک روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ماہ رمضان میں ہر روز وقت افطار دس لاکھ ایسے جہنمیوں کو دوزخ سے آزاد کرتا ہے جن پر گناہوں کے سبب دوزخ واجب ہو گئی تھی۔ جمعہ کی رات اور دن میں ہر گھڑی میں دس لاکھ جہنمی آزاد کئے جاتے ہیں۔ اور جمعتہ الوداع کے موقع پر جتنے جہنمی یکم رمضان سے اب تک آزاد کئے جا چکے اس گنتی کے مطابق اب آزاد کئے جاتے ہیں۔

اس تمام فضیلت کے باوجود امت میں قضا عمری نماز کے نام سے دو نفل اس روز پڑھ کر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سال بھر کی فرض نمازوں کا قرض ادا ہو گیا حالانکہ یہ محض غلطی فہمی ہے اس کی کوئی اصل نہیں۔ شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رقم طراز ہیں کہ........ عوام میں یہ خیال نامعلوم کیسے اور کہاں سے رواج پا گیا۔ بہرحال مسئلہ یہ ہے کہ جو نمازیں رہ گئی ہیں وہ جمعتہ الوداع کی قضا عمری کے دو نفل سے ادا نہیں ہو سکتیں اس کے لئے بہرحال ان فوت شدہ نمازوں کو ادا کرنا

ضروری ہے...... اور تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اس ایک نماز سے باقی نمازیں معاف ہو جاتی ہیں یہ غلط ہے۔ قضا فرض نمازیں ادا کی جائیں اپنی اس سستی اور غفلت پر نادم اور شرمندہ ہو کر توبہ کرے قضا نمازیں پڑھے پھر "قضا عمری" کے نفل پڑھے تو اللہ تعالیٰ "قضا عمری" کی وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہو جانے اور تاخیر کا جو گناہ تھا اسے معاف فرما کر نیکی میں بدل دیں گے۔ قضا عمری کے نفل بارہ رکعت ہیں جو نماز جمعہ کے بعد عصر سے پہلے ادا کیے جائیں اور ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد آیت الکرسی' سورہ اخلاص' سورہ فلق اور سورہ الناس پڑھے اور بعد میں دعا مانگے۔

بابِ رحمت کھلا آج کی رات ہے

آج رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہے۔ رحمت خداوندی پورے جوبن پر ہے۔ انوار الٰہی کا نزول ہو رہا ہے۔ حضرت روح الامین علیہ السلام فرشتوں کی فوجیں لے کر زمین پر اتر رہے ہیں۔ جہنم کے دروازے بند اور جنت کے سارے دروازے کھلے ہیں' بخشش و رحمت نچھاور کی جا رہی ہے۔ مجرموں کے جرم و عصیاں معاف ہو رہے ہیں۔ صرف معافی ہی نہیں بلکہ معافی مانگنے والوں پر مزید عطاؤں کی بارشیں ہو رہی ہیں ایسے بھی ہیں جن کی غلطیوں کو نیکیوں میں تبدیل کیا جا رہا ہے۔ آج بابِ رحمت کھلا ہوا ہے یہ رات ہزار مہینوں سے افضل بنا دی گئی۔ طلوع فجر تک سلامتی ہی سلامتی کا نزول ہو رہا ہے۔ آج کسی کو خالی ہاتھ اور خالی دامن لوٹایا نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ یہ رات تو نزول قرآن کی رات ہے۔ اسی مقدس رات اللہ کے حبیب ﷺ پر اللہ کا کلام نازل ہونا شروع ہوا تھا اور جبرئیل امین علیہ السلام غار حرا میں حاضر خدمت ہو ہو کر عرض کر رہے تھے کہ پیارے! پڑھیئے' اپنے رب کے نام سے' یہ وہی تقدس مآب ساعت تو تھی جب مخلوق کا تعلق خالق و مالک کے ساتھ مضبوط و مستحکم بنانے کی سبیلیں ہو رہی تھیں اور تئیس (23) سال کے بعد انہی مبارک گھڑیوں میں یہ سرمدی پیغام لایا جا رہا تھا کہ آج ہم نے آپ ﷺ کے لئے آپ ﷺ کے دین مبارک کی تکمیل کر دی اور آپ ﷺ پر اپنی نعمتوں کو تمام کر دیا اور ہم دین اسلام کی تکمیل پر مسرور ہوئے۔

ہاں ہاں یہی تو وہ مبارک رات ہے جس کے لئے حبیب خدا ﷺ بڑے پر مسرت لہجے میں ارشاد فرماتے ہیں کہ............ یہ مقدس رات اللہ تعالیٰ نے فقط میری امت کو عطا فرمائی ہے سابقہ امتوں میں سے یہ شرف کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ (در منثور۔ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)......... اور جلیل القدر صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے

ہیں کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ نے لیلۃ القدر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ شب قدر کو جبرئیل امین علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین پر اترتے ہیں اور ہر اس شخص کے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں جو کھڑے یا بیٹھے کسی بھی حال میں اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا ہو۔

رمضان کے آخری عشرہ میں ستائیسویں شب کے متعلق لیلۃ القدر ہونے کا شہرہ عام ہے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ شب قدر طاق راتوں میں سے ستائیسویں رات ہے۔ جلیل القدر صحابی حضرت ابی بن کعب اور حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہم) کا موقف بھی یہی ہے۔ اس رات اللہ تعالیٰ سے جو بھی مانگو ضرور ملتا ہے لیکن شرط اخلاص اور صدق دل ہے ایسا صدق دل کہ جس میں دکھاوا' بناوٹ' سجاوٹ کا امکان تک نہ ہو۔ حکایت مشہور ہے کہ حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حکیم سے کہا کہ مجھے گناہوں کا مرض ہے اس کی دوا دو' حکیم تو خاموش ہو گیا مگر سامنے ایک میدان میں تنکے اکٹھے کرنے والا بوریا نشین بول پڑا۔ اس نے کہا کہ شبلی ادھر آؤ اس کا نسخہ میں بتاتا ہوں پھر یوں گویا ہوا "......حیا کے پھل' صبر و شکر کے پھول' عجز و نیاز کی جڑ' غم کی کونپل' سچائی کے درخت کے پتے' ادب کی چھال اور حسن اخلاق کے بیج' یہ سب لے کر ریاضت کے ہاون دستہ میں کوٹنا شروع کرو اور عرق پشیمانی ان میں روز روز ملاتے رہنا۔ ان سب دواؤں کو دل کی دیگچی میں بھر کر شوق کے چولہے میں پکاؤ۔ جب پک کر تیار ہو جائے تو صفائے قلب کی صافی میں چھان لینا اور شیریں زبان کی شکر ملا کر محبت کی تیز آنچ دینا۔ جس وقت تیار ہو کر اترے تو اس کو خوف خدا کی ہوا سے ٹھنڈا کر کے استعمال کرنا......" جب شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے آنکھ اٹھا کر دیکھا تو وہ بوریا نشین دیوانہ غائب ہو چکا تھا...... اللہ اکبر

رمضان کی آخری رات

آج ایک عزیز ترین مہمان کی رخصتی کی گھڑیاں قریب آ رہی ہیں۔ وہ عظیم و جلیل مہمان، جس کو اللہ کریم کے ساتھ خاص نسبت ہے۔ رمضان المبارک...... اللہ کا مہینہ...... اتنے خاص مہمان کی رخصتی کے تصور سے دل سمٹ، سمٹ جاتا ہے۔ ہاں وہی مہمان ذیشان جس کے متعلق فرشتوں کے سردار حضرت جبریل امین اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض گزار ہوتے ہیں کہ...... ہلاک ہو جائے وہ شخص جس نے رمضان کا مبارک مہینہ پایا مگر اپنی مغفرت نہ کروا سکا...... یہ کیا تقدس مآب ایام تھے اور کیا پرنور ماحول تھا کہ ہر سو نیکی کا دور دورا ہو گیا۔ منافرتیں مٹی جا رہی تھیں۔ محبتیں بڑھتی جا رہی تھیں...... شیاطین (سرکش) جکڑے گئے تھے۔ جہنم کے دروازے بند کر دیئے گئے تھے اور جنت کے دروازے کھول دیئے گئے تھے...... انہی دنوں میں رحمت خداوندی بخشش و نجات کے بہانے ڈھونڈھ رہی تھی۔ نیکیوں کا اجر بڑھا دیا گیا تھا...... صدقات و خیرات، نمازیں اور روزے ہر شے کے اجر میں اضافہ ہی اضافہ...... گویا گلشن اسلام کا موسم بہار اپنے پورے جوبن پر تھا...... اور اب جا رہا ہے۔ اس مقدس ماہ صیام کی الوداعی کے وقت ہم رنجیدہ ہیں...... اس لئے کہ رب کریم کی صحیح معنوں میں بندگی اور اطاعت کا حق ادا نہ کر سکے...... اور یہ گھڑیاں ہم نے مفت میں گنوا دیں...... نہ جانے اگلے سال اس ماہ مبارک کی آمد تک زندگی وفا بھی کرے یا نہ کرے۔

آج بدقسمتی سے ہمارے رواجات ہمیں اللہ رب العزت کی بندگی سے دور کرتے جا رہے ہیں ایسے رواجات سے نجات ضروری ہے۔ چاند رات کو نہ جانے کیا کیا جشن منائے جاتے ہیں۔ شہروں میں خریداری اور چاند رات کے نام پر فحاشی کو فروغ دیا جاتا ہے جو غضب الٰہی کو دعوت دینے کے مترادف ہوتا ہے۔ حالانکہ یہ رات تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے معافی و نجات حاصل کرنے کی رات ہوتی ہے وہاں سے عام معافی کا اعلان ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' راوی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جب عید الفطر کی مبارک رات آتی ہے تو یہ "انعام کی رات" (لیلتہ الجائزہ) کہلاتی ہے کیونکہ اس رات فرشتے زمین پر اترتے ہیں اور گلیوں اور راہوں میں آنے جانے والے کو ندا کرتے ہیں کہ اے امت محمد ﷺ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف چلو۔ جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے........ خود رب کریم اپنے بندوں سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں کہ اے میرے بندو' مانگو جو مانگنا چاہتے ہو۔ جو مانگو گے عطا کیا جائے گا۔ قلندر لاہوری علامہ اقبال نے اسی کی یوں ترجمانی کی کہ ۔

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں
راہ دکھلائیں کسے؟ کوئی راہرو منزل ہی نہیں

اس رات جو کچھ خدا سے مانگا جائے ملتا ہے لیکن ہمارے ہاں الٹی گنگا بہہ رہی ہے ہم سمجھتے ہیں کہ رمضان ختم ہو گیا۔ ادھر رمضان الوداع ہوا ادھر ہم نے اللہ تعالیٰ سے اپنے تعلق ہی کو الوداع کر دیا یہ غلط ہے بلکہ اصول یہ ہے کہ اگر ہم نے ماہ صیام کے دوران شعوری سطح پر نماز' روزہ اور تسبیح و تحلیل کی ہے تو اب اس کی الوداعی کے بعد بھی اس پر کاربند رہیں۔ یہ تو ایسی مقدس رات ہے کہ حضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ جس نے پانچ راتوں میں شب بیداری کے ذریعے رب سے لو لگائی اس پر جنت واجب ہو گئی تین ذوالحجہ کی آٹھویں' نویں اور دسویں رات' چوتھی عیدالفطر کی رات اور پانچویں شعبان المعظم کی پندرہویں

رات...... یہ رات عیدی ملنے کی رات ہے۔ ایک روایت اس مفہوم کی بھی مرقوم ہے کہ رب کریم اس رات فرشتوں سے پوچھتے ہیں کہ جس مزدور نے مزدوری پوری کی اس کو کیا اجرت دی جانی چاہیے تو فرشتے کہتے ہیں کہ اے مولا! اس کو تو پوری پوری اجرت ملنی چاہیے تو اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں کہ اچھا تم سب گواہ ہو جاؤ اس ماہ مقدس (رمضان المبارک) میں عبادت کرنے والے اور دن کو روزہ رکھنے والوں کو میں نے معاف کر دیا۔ اور ان کے لئے جنت واجب کر دی۔

آیئے دعا کریں کہ اے ہمارے رب ہمیں اپنی اطاعت و بندگی کی توفیق دے اور ہمارا مہمان (ماہ صیام) ہم سے خوشی خوشی الوداع ہو۔

صدقہ فطر! اسلامی زندگی کا ایک عمل

اسلامی زندگی کے راہنما اصول انسان کے لئے دونوں جہاں میں کامیابی کی ضمانت ہیں۔ معاشرے میں معاشی ناہمواری کے تدارک' ملت مسلمہ کی اجتماعی خوشی کو مسرت و شادمانی کے حقیقی لمحات میں بدلنے اور امیرو غریب طبقات میں باہمی اخوت و بھائی چارے کی فضا قائم کرنے کے لئے قوانین نافذ کئے گئے ہیں۔ صدقہ فطر بھی اسی بسلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ ترمذی میں رسول کریم ﷺ کا ارشاد گرامی مرقوم ہے کہ.......... آگاہ رہو' صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے وہ مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام' چھوٹا ہو یا بڑا......... ابن ماجہ اور ابوداؤد نے ذرا تفصیل کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یوں بیان کی ہے کہ محبوب خدا ﷺ نے صدقہ فطر اس لئے مقرر فرمایا کہ روزے داروں کو بے ہودہ اور بے شرمی کی لغزشوں سے پاک کر دے اور نادار حاجت مندوں کو خوردو نوش کا سامان مہیا ہو جائے۔ پس وہ شخص جو عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر ادا کر دے گا تو اس کا صدقہ شرف قبولیت پائے گا اور جو نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقہ و خیرات کی طرح ایک صدقہ ہی ہو گا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صدقہ فطر کے متعلق صحابہ کرام کا یہ معمول بیان کیا ہے کہ وہ ہمیشہ عید الفطر سے ایک دو روز پہلے ہی صدقہ فطر ادا کر دیا کرتے تھے۔ غالباً اس کا مقصود یہ رہا ہے کہ غرباء و مساکین بھی عید کے لئے سامان خوردو نوش بروقت خرید سکیں۔ صدقہ فطر کو بعض فقہا نے بدن کی زکوۃ بھی قرار دیا ہے۔ اور فارسی زبان میں اسے "سرسایہ" کہتے ہیں جس کے معانی سر کی حفاظت ہے یعنی صدقہ فطر وہی ادا کرے گا جو کفیل ہو گا۔ یعنی اپنی اور اپنے اہل و عیال اور زیر کفالت افراد کی طرف سے صدقہ فطر کی ادائیگی واجب ہے۔ حجتہ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث

دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر کی ادائیگی کے لئے عید الفطر کے دن کو خاص طور پر مقرر کرنے میں یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ خوشی کا دن ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کثرت و جمعیت کے ساتھ دکھائی جاتی ہے اور صدقہ دینے سے یہ مقصود واضح طور پر نمایاں ہوتا ہے اور اس میں روزہ داروں کے لئے پاکیزگی اور ان کے روزوں کی تکمیل ہوتی ہے جس طرح فرض نمازوں کی تکمیل موکدہ سنتوں کی ادائیگی سے ہو جاتی ہے۔

امام طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صدقہ فطر ادا کرنے سے روزوں کی قبولیت اور موت کی سختیوں اور قبر کے عذاب سے فلاح و نجات حاصل ہوتی ہے۔ وکیع ابن جراح کی روایت ہے کہ ماہ رمضان سے صدقہ فطر کا تعلق ایسا ہی ہے جیسے نماز سے سجدہ سہو کا۔ یعنی جس طرح نماز میں واقع ہونے والی کوتاہی کی تلافی سجدہ سہو سے ہوتی ہے ایسے ہی روزوں میں ہونے والی کوتاہی کا ازالہ صدقہ فطر سے ہو جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے رمضان کے روزے زمین اور آسمان کے درمیان معلق رہتے ہیں جب تک صدقہ فطر ادا نہیں کیا جاتا۔ احناف کے نزدیک صدقہ فطر واجبات اسلام میں سے ہے جبکہ شوافع فرض قرار دیتے ہیں۔ جن لوگوں کو زکوۃ اور عشر دیا جا سکتا ہے ان کو صدقہ فطر بھی دیا جا سکتا ہے (سوائے عامل کے) اگر اپنے خاندان، قبیلے میں مستحق افراد ہوں تو ان کو صدقہ فطر دینے کا دوہرا ثواب ملتا ہے۔ صدقہ فطر واجب ہونے کے بعد ساری زندگی واجب ہی رہتا ہے جب تک ادا نہ کر دے۔ اگر کبھی سستی، غفلت یا کاہلی ہو گئی ہو تو بعد میں ادا کر دینا چاہیئے۔ شرعاً صدقہ فطر کی مقدار دو کلو پچاس گرام (دو سیر تین چھٹانک) گندم یا اس کی قیمت مقرر ہے جو اس وقت ہمارے ملک میں گندم کی قیمت کے اعتبار سے تقریباً اٹھارہ روپے بنتا ہے۔ لیکن اس کا مطلب صرف اٹھارہ روپے فی کس ہی نہیں بلکہ اگر خدا تعالیٰ توفیق بخشے تو زیادہ سے زیادہ صدقہ و خیرات کرنا چاہیئے کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ عمل اور سنت نبوی کے احیاء کے سبب مقبول عمل ہے۔

غزل نعتیہ

سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ ۔ مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ
اٹھا کر زلف اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے ۔ مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ
پیاسا ہے تمہارے شربت دیدار کا عالم ۔ کرم کا اپنا ایک پیالہ پلاؤ یا رسول اللہ
چھپیں خجلت سے جاکر پردہ مغرب میں ماہ و خور ۔ گر اپنے حسن کا جلوہ دکھاؤ یا رسول اللہ
یقیں ہو جائے گا کفار کو بھی اپنی بخشش کا ۔ جو میداں میں شفاعت کے تم آؤ یا رسول اللہ
ہوا ہوں نفس اور شیطان کے ہاتھوں بہت رسوا ۔ مرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسول اللہ
کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم ۔ ہمارے جرم و عصیان پر نہ جاؤ یا رسول اللہ
مشرف کر کے مجھ کو کلمہ طیب سے اپنے تم ۔ پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسول اللہ
کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی ۔ مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ
شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم ۔ تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ
خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے ۔ ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ
مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمہارا امتی عاصی ۔ گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ
اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں ۔ تم اب چاہو ہنساؤ یا رلاؤ یا رسول اللہ
جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں ۔ بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ
پھنسا ہوں جس طرح گرداب غم میں ناخدا ہو کر ۔ مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

تزکیہ نفس اور روحانی تربیت کا موسم بہار
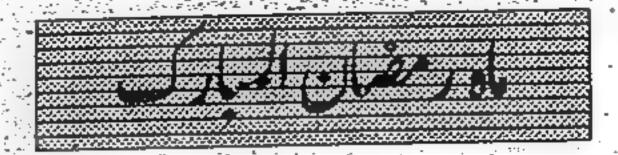
رمضان، رمض سے مشتق ہے اور رمض کا معنی جلنا ہے۔ لغت میں رمض کے معنی صوم، امساک کے ہیں۔ اس ماہ مبارک کو "رمضان" کہنے کی وجہ ایک تو یہ بیان کی جاتی ہے کہ جب یہ ماہ مبارک پہلی مرتبہ جلوہ گر ہوا تو اتنی شدید گرمی تھی کہ جسم کو جلا دینے والی، اسی لئے اس ماہ کو رمضان کا نام دیا گیا اور دوسری وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ رحمت عالم، نور مجسم، شمع بزم ہدایت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ.......... حیین ترمض الفصال...... روزہ دار کے گناہ جل جاتے ہیں......... اس لئے رمضان کو گناہوں کو جلا دینے والا بھی کہتے ہیں۔ جبکہ "صوم" صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کا نام ہے۔

اسلام میں روزے کی تاریخ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال 10 شعبان کو رمضان کے روزے فرض ہوئے اس سے پہلے عاشورہ محرم کا روزہ فرض رہا ہے۔ اس کے بعد ہر ماہ تین روزے فرض ہوئے اور وہ قمری اعتبار سے 13، 14 اور 15 تاریخ کو رکھے جاتے تھے۔ ان تاریخوں کے روزے کو "ایام بیض" کے روزے بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد رمضان کے روزے فرض ہوئے اور ہر مسلمان کو اختیار دیا گیا کہ چاہے تو روزے رکھے اور چاہے تو ہر مسلمان اپنے روزے کے بدلے میں فدیہ کے طور پر کسی مسکین کو ایک صاع جو (صاع عربی کے ایک پیمانہ مقدار کو کہتے ہیں) یا نصف صاع گندم ادا کرے۔ مگر بعد میں یہ اختیار ختم کر دیا گیا اور روزہ رکھنا ہی لازمی قرار دے دیا گیا۔

پہلے پہل دن اور رات دونوں کا روزہ تھا کیونکہ رمضان میں صرف غروب آفتاب سے عشاء کی نماز یا سونے تک کے وقفے میں کھانے پینے اور جماع کی اجازت تھی اور

بقیہ سارے اوقات میں روزہ ہی ہوا کرتا تھا۔ اگر افطاری کے وقت یعنی غروب آفتاب اور عشاء کے مابین روزہ دار سو جاتا تو پھر بھی اس کو کھانے پینے کی اجازت نہیں ہوتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک انصاری صحابی (غالباً حضرت قیس بن صرمہ رضی اللہ عنہ) سارا دن مزدوری کرتے رہے۔ شام کو کھجوریں گھر لائے تو گھر میں آٹا نہ تھا۔ حالت روزہ میں محنت و مشقت سے نڈھال تھے۔ بیوی کو کھجوروں کے بدلے آٹا لینے کے لئے پڑوسی کے گھر بھیجا اور خود لیٹ گئے۔ بس لیٹے ہی تھے کہ سو گئے ہیں۔ بیوی واپس لوٹی تو افسوس کرنے لگی کہ تھکے ماندے اور بھوکے پیاسے تھے سو گئے۔ اب قانون کے مطابق نماز کے بعد سو جانے والا کوئی شے کھا پی نہیں سکتا تھا۔ انہوں نے رات گزاری اور پھر اگلے روز دوپہر کے وقت بھوک اور پیاس کی شدت کے سبب بے ہوش ہو گئے۔ یہ سارا ماجرا' بے سہاروں کے سہارا' مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے توقف فرمایا۔ بس اسی اثناء میں وزیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب جبریل امین علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے اور پیغام خدا پیش کیا کہ "اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے لئے غروب آفتاب سے آخر شب تک کھانا پینا حلال کر دیا گیا ہے۔............ (بحوالہ تفسیر احمدی)

مصطفیٰ کریم صلی اللہ علیہ وسلم وہ ہیں کہ جن کے غلاموں کا مشقت میں پڑنا بھی اللہ رب العزت پسند نہیں فرماتا۔ ایک مرتبہ ایک جلیل القدر صحابی رضی اللہ عنہ روتے ہوئے آئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی جان پر ظلم کر لیا۔ رات کے ممنوعہ وقت میں اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی" جب واقعہ سنا تو مجلس سے چند دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی کھڑے ہو گئے اور اپنی اپنی معذرت کرنے لگے۔ بس اسی وقت جبریل علیہ السلام آئے اور پیغام دیا کہ "اللہ نے پوری رات کے لئے اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے غلاموں کو اپنی بیویوں سے ہم بستری کو حلال قرار دے دیا ہے۔"

روزے کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "قسم ہے اس ذات کی' جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ روزہ دار

کے منہ کی خوشبو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔" کیونکہ روزہ دار اپنا کھانا پینا اپنی خواہش سے اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیتا ہے چنانچہ اللہ کا فرمان ہے کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا" ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے لیکن روزہ کا اجر اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔ اب ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ عبادتیں تو ساری اللہ ہی کے لئے ہیں اور تمام عبادتوں کا اجر اللہ تعالیٰ ہی عطا کرنے والا ہے۔ روزے کے لئے یہ تخصیص کیوں فرمائی گئی؟ تو اس کا جواب حضرت حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ اس کی وجوہات دو ہیں ایک تو یہ کہ دیگر عبادات میں "ریا" کا احتمال ہے اور روزے میں "ریا" کی گنجائش نہیں کیونکہ اکیلے میں انسان کھا پی سکتا ہے مگر صرف رضائے رب العالمین کے حصول کے لئے اس کی حکم عدولی نہیں کرتا۔ اور دوسرے یہ ہے کہ قیامت کے روز ظالم سے اس کی دیگر عبادات اور نیکیاں تو چھین کر مظلوم کو دے دی جائیں گی مگر روزہ کسی کو نہیں دیا جائے گا۔ حکم خدا ہو گا کہ "یہ تو میری چیز ہے کسی کو نہیں دی جائے گی"۔

صوفیائے کرام نے روزہ کے تین درجات بیان فرمائے ہیں پہلا' عوام کا روزہ' دوسرا خواص کا روزہ ......اور....... تیسرا' خاص الخاص لوگوں کا روزہ........ عوام کا روزہ یہ ہے کہ کھانے' پینے اور جماع سے باز رہیں جبکہ خاص لوگوں کا روزہ یہ ہے کہ آنکھ' کان' زبان' ہاتھ' پاؤں اور دیگر تمام اعضاء گناہوں سے محفوظ رہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ........ "بری نظر شیطان کے تیروں میں سے ایک تیر ہے جو خدا کے خوف سے بری نظر ترک کر دے گا خدا اس کو اعلیٰ ایمان کی حلاوت عطا فرمائے گا"۔ ....اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بچپن تھا' عورتیں جا رہی تھیں' آپ نے اپنا قمیض اپنی آنکھوں پر رکھ لیا۔ عورتوں نے ہنستے ہوئے کہا کہ جو جگہ چھپانے کی ہی (ستر) وہ چھپاتے نہیں ہو اور آنکھوں کو ڈھانپتے ہو۔ آپ نے انتہائی پرحکمت جواب ارشاد فرمایا کہنے لگے کہ "آنکھ دیکھتی ہے تو دل بھٹکتا ہے ......اور...... دل بھٹکتا ہے تو پھر گناہ سرزد ہوتا ہے"۔ اس لئے نظر کی حفاظت ضروری قرار پائی ہے کان کا

روزہ یہ ہے کہ کان برائی نہ سنیں، غیبت، فحش گانے، فضول اور بے مقصد باتیں سننے سے پرہیز کرے۔ جس محفل میں غیبت ہو رہی ہو محفل ترک کر دے۔ کیونکہ سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ "غیبت کرنے والا اور سننے والا دونوں برابر ہیں۔"

ابتدائے فرضیت رمضان میں دو عورتوں کی حالت بھوک اور پیاس کی شدت کے سبب غیر ہو گئی۔ بارگاہ رسالت میں عرض کیا گیا' آپ ﷺ نے دونوں کو قے کرنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ دونوں کو قے سے تازہ خون اور گوشت کے ٹکڑے نکلے' حضور ﷺ نے فرمایا کہ "غیبت مسلمان بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف ہے۔ اس لئے ان کی قے میں غیبت کے سبب یہی نکلا' انہوں نے روزہ رکھ کر خدا کی حلال چیزوں کو تو چھوڑ دیا لیکن اس کی حرام کی ہوئی چیز کا ارتکاب کر لیا۔" ......اللہ اکبر...... خدائے رحیم وکریم غیبت جیسے جرم سے ہر مسلمان کو محفوظ فرمائے۔ اسی طرح زبان سے ناجائز کلمات ادا نہ کرے۔ ہاتھ اور پاؤں سے رشوت اور نقل جیسی حرکات سے باز رہے۔ افطاری کے وقت بھوک چھوڑ کر کھائے یعنی سیر ہو کر نہ کھائے اور افطاری کے بعد اللہ کے خوف اور امید رحمت کے درمیانی کیفیت میں رہے اور خاص الخاص لوگوں کا روزہ یہ ہے کہ کسی صوفی نے فرمایا تھا کہ "ہمارے نزدیک ساری زندگی ایک دن ہے اور ہم نے اس کا روزہ رکھ لیا ہے" یعنی سنت رسول ﷺ کے خلاف ہر کام کرنے سے مکمل اجتناب۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو رضائے رب کے لئے صحیح روزے رکھنے کی توفیق بخشے۔

آمین

فضائل و عظمت رمضان المبارک
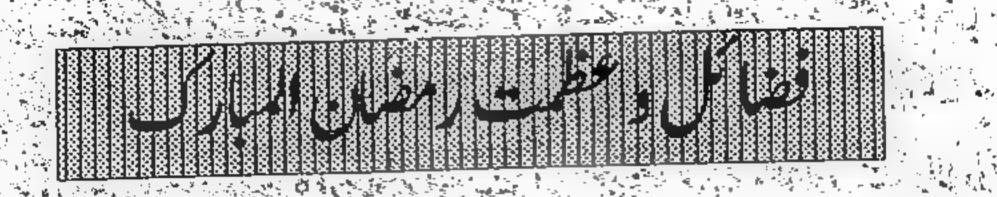
حبیب خدا ﷺ رب کریم کی سب سے بڑی برہان اور دلیل بن کر جلوہ افروز ہوئے۔ اور آپ ﷺ اللہ کی ایسی دلیل ہیں جس دلیل کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ آپ ﷺ کا ہر ہر قول و عمل اللہ کی رضا کا موجب ہے اور آپ ﷺ کی سنت کے احیاء سے بدعت مٹتی ہے۔ شعبان المعظم کی آخری شب قریب آ رہی تھی اور حبیب خدا ﷺ صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ ﷺ نے ماہ رمضان المبارک کے فضائل بیان فرمائے اور اس ماہ مبارک کے لئے استقبالیہ جملے ارشاد فرمائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا "لوگو! ایک مہینہ آ رہا ہے جو بہت مبارک ہے اس میں ایک رات (لیلۃ القدر) ہزار مہینوں سے افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزہ کو فرض کیا اور اس کی رات کے قیام (تراویح) کو عظیم ثواب بنایا۔ جو شخص اس ماہ میں کسی نیکی کے ساتھ اللہ کا قرب حاصل کرے گا یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ غیر رمضان میں ستر فرض ادا کئے۔ یہ مہینہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے' یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کا ہے اس میں رزق بڑھا دیا جاتا ہے۔" نیز فرمایا "اس ماہ میں جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں' دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں' روزہ ڈھال ہے۔ لہذا روزہ کو چاہئے کہ فحش بات نہ کرے' جہالت سے کام نہ لے کہ اگر کوئی شخص اس سے جھگڑے یا گالی دے تو وہ دو مرتبہ کہہ دے' "میں روزہ دار ہوں" اس کے بعد اللہ کے حبیب ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ روزہ دار کے منہ کی خوشبو' اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک (عنبرو کستوری) کی خوشبو سے زیادہ عمدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ روزہ دار اپنا کھانا پینا اپنی خواہش سے میری خاطر چھوڑ دیتا ہے۔ روزہ میرے لئے ہے اور میں

ہی اس کا بدلہ دوں گا۔ ہر نیکی کا ثواب دس گنا (زیادہ) ہے لیکن روزہ کا اجر اللہ تعالیٰ خود عطا فرمائے گا۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ آپس میں ہمدردی کا مہینہ ہے۔ جو اس مہینہ میں کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے اس کے گناہوں کی بخشش ہو گی اور آگ سے اس کی گردن آزاد ہو گی اور اس کو روزہ دار جتنا ثواب ملے گا۔ اور روزہ دار کے ثواب کو کم نہیں کیا جائے گا"..... ہم نے عرض کیا' اے اللہ کے محبوب ﷺ ہم میں سے ہر ایک کے پاس روزہ افطار کرانے کا انتظام موجود نہیں' (تو وہ کیا کرے؟) حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ ثواب اس کو بھی ملے گا جو دودھ کے ایک گھونٹ یا کھجور یا گھونٹ بھر پانی سے ہی کسی کو روزہ افطار کرائے۔ اور جس نے روزہ دار کو پیٹ بھر کر کھانا کھلایا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن وہ پلائے گا جس کے بعد جنت میں جانے تک وہ کبھی پیاسا نہ ہو گا۔ حضور رحمت دو جہاں ﷺ نے اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں آگ سے آزادی ہے اور جو اس مہینہ میں اپنے غلام (ملازم) سے نرمی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اسے بخش دے گا اور آگ سے آزاد کر دے گا۔"

سرکار دو جہاں ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے کہ روزہ میرا ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا۔ اس قول مبارک کے متعلق مفسرین کا ارشاد ہے کہ چونکہ کھانے پینے کی ہر شے سے اجتناب اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اس لئے ارشاد الٰہی ہوا کہ روزہ میرا ہے یعنی یہ میری صفت ہے' سبحان اللہ! اس سے روزہ کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی۔ روزہ ایسی عبادت ہے جس میں ریاکاری نہیں ہے۔ حالت روزہ میں تمام حلال چیزیں روزہ دار کے لئے حرام قرار پاتی ہیں اور وہ محض رضائے رب کے حصول کے لئے ان سے رک جاتا ہے۔ حدیث پاک میں ہے کہ یوم حشر حقوق العباد کی احتیاط نہ کرنے والے اور دوسروں کے حقوق غصب کرنے والوں کی نیکیاں مظلوموں کو دے

کر ان کا حساب چکایا جائے گا۔ اگر کسی غاصب و ظالم کی نیکیاں نہیں ہوں گی تو مظلوم کے گناہ ظالم کے سر ڈال کر حساب بے باک کیا جائے گا۔ لیکن ایسے مشکل وقت میں بھی روزہ جیسی عبادت کا اجرو ثواب کسی دوسرے کو نہیں دیا جائے گا۔ وہ محض اسی کے لئے ہو گا جس نے روزہ رکھا۔ البتہ کوئی نفلی روزے کا ثواب کسی کو بخشے تو وہ الگ معاملہ ہے۔ سرکار ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ روزہ اور قرآن پاک یوم حشر شفاعت کریں گے اور اللہ تعالیٰ کے حضور سفارشی ہوں گے۔ جو شخص ایمان کے ساتھ ثواب کی نیت سے روزہ رکھے اس کے اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

آقائے دو جہان ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت نازل فرماتے ہیں اور ان کو دعا دیتے ہیں۔ روزہ ایسی نعمت ہے کہ اہل اسلام کو ماہ رمضان کی برکت سے بے شمار عظیم الشان نعمتیں عطا فرمائیں۔ جب ماہ رمضان المبارک شروع ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک دوسری روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور جہنم کے دروازے بند فرما دیتا ہے۔ ایک جگہ یہ بھی ارشاد ہوا کہ ماہ رمضان میں رب کریم اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے۔

پانچ نعمتیں بالخصوص روزہ دار کے لئے ہیں۔

1 - روزہ دار کے منہ کی بو رب کریم کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔

2 - روزہ دار کے لئے دریاؤں کی مچھلیاں بھی دعائیں کرتی ہیں اور افطار تک دعائیں کرتی رہتی ہیں۔

3 - روزہ دار کے لئے ہر روز (پورا رمضان) جنت کو سنوارا جاتا ہے۔

4 - سرکش شیاطین جکڑ دیئے جاتے ہیں۔

5 - اس ماہ مقدس کی آخری شب روزہ داروں کی مغفرت کی جاتی ہے۔

اسی ماہ مبارک کی قدر دانی نہ کرنے والے کے لئے رحمت للعالمین ﷺ نے دعا

ضرر فرمائی کہ "ہلاک ہو وہ شخص جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کے باوجود وہ اپنی مغفرت نہ کروا سکا" رمضان المبارک کا ایک روزہ کسی شرعی عذر کے بغیر بلا وجہ چھوڑ دینے کے بدلے میں اگر ساری زندگی بھی عام دنوں کے روزے رکھے جائیں تو اس کے اجر و ثواب کو نہیں پہنچ سکتے۔ اس ماہ مبارک میں مردوں پر سے عذاب اٹھا لیا جاتا ہے اور اس ماہ میں رب کریم مومنوں کے رزق میں اضافہ فرما دیتا ہے۔ اسی ماہ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم نازل فرمایا اور امت محمدیہ کو لیلتہ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بھی افضل ہے اور پھر پاکستانی ملت پر مزید انعام و اکرام یہ ہے کہ اسی ماہ مبارک کی 27 تاریخ کو اللہ تعالیٰ نے اس پاک وطن کا تحفہ عطا فرمایا یعنی 27 رمضان کو پاکستان معرض وجود میں آیا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان عظیم نعمتوں کی قدر دانی کی توفیق بخشے۔ آمین

ماہ رمضان المبارک میں حضور اکرم ﷺ کے معمولات

محدثین کرام نے حدیث کی تین اقسام بیان کی ہیں۔ حدیث قولی' حدیث فعلی اور حدیث تقریری۔ ماہ رمضان المبارک کے فضائل واحکامات کے متعلق حدیث کی تینوں اقسام موجود ہیں۔ روزے کے متعلق آپ ﷺ کا ارشاد گرامی بخاری شریف میں مرقوم ہے۔ جس کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سرکار ﷺ نے فرمایا کہ "جو شخص (روزہ رکھ کر) بری بات کہنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس کی پروا نہیں کہ اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔" اس حدیث پاک کے تحت شیخ محقق حضرت علامہ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (اشعۃ اللمعات جلد صفحہ 85) فرماتے ہیں کہ روزہ کے مشروع اور واجب کرنے کا مقصد یہی بھوک اور پیاس نہیں بلکہ روزہ سے لذتوں کی خواہشات کا توڑنا اور خود غرضی کی آگ کو بجھانا مقصود ہے۔ تاکہ نفس' خواہشات کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اللہ کریم کے احکامات پر چلنے والا بن جائے اور محض بھوکا پیاسا وقت کاٹنے کا نام روزہ نہیں ہے۔ بلکہ روزے کا اصل مقصد تزکیہ نفس ہے۔ آیئے دیکھیں کہ رسول کریم ﷺ کے معمولات ماہ رمضان المبارک کے دوران کیا ہوتے تھے؟

ام المومنین صدیقہ کائنات حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "حضور اکرم ﷺ کے آستانہ اقبال سے کبھی کوئی سوالی خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا تھا لیکن ماہ رمضان کے آتے ہی حضور اکرم ﷺ معمول سے بھی کہیں زیادہ سخاوت فرماتے تھے بلکہ تیز ہوا سے بھی زیادہ سخاوت کرتے۔" ہجرت کے دوسرے سال روزے فرض ہوئے اور اسی سال رمضان المبارک کی 17 تاریخ کو "بدر" کے مقام پر اسلام اور کفر کا پہلا معرکہ ہوا۔ تین سو تیرہ صحابہ کرام جن کے پاس مال واسباب اور اسباب حرب بھی

قلیل تھے بلکہ نہ ہونے کے قریب تھے لیکن ان نہتے صحابہ کے مقدس ہاتھوں نے دامن مصطفیٰ ﷺ کو بہت مضبوطی سے تھاما ہوا تھا۔ جس کی برکت سے فتح و کامرانی ان کا مقدر بن گئی۔ نصرت خداوندی نے ان کا ساتھ دیا۔ رب کریم نے فرشتوں کے لشکر کے ذریعے مسلمانوں کی دستگیری فرمائی۔ اور حضور ﷺ کی قیادت میں صحابہ کرام نے روزہ رکھ کر جہاد میں حصہ لیا اور کامیاب ہوئے۔

رمضان کے روزے فرض ہونے سے لے کر وصال مبارک تک ہمیشہ رسول کریم ﷺ نے بہت اہتمام کے ساتھ روزے رکھے۔ حضور ﷺ کے معمولات ان مبارک ایام میں عام دنوں سے بالکل مختلف ہوتے تھے۔ عام ایام کی نسبت ان ایام میں آپ ﷺ بہت زیادہ عبادت کرتے تھے۔ دن بھر روزہ رکھنا اور رات کو قیام کرنا آپ ﷺ کا معمول تھا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "سحری کھاؤ کہ اس میں برکت ہے اور روزے کے ساتھ دن کو کچھ آرام بھی کر لو تاکہ رات کو عبادت کر سکو۔"

صبح سحری کے وقت حضور اکرم ﷺ نماز تہجد ادا فرماتے اور اس کے بعد مختصر سے غذا تناول فرماتے (سحری کھاتے) اس کے بعد عام طور پر مسجد نبوی میں تشریف لاتے اسی اثناء میں اذان فجر کا وقت ہو جاتا اور اذان پڑھائی جاتی...... نماز فجر کی ادائیگی کے بعد سرکار دو جہاں ﷺ پر محویت کی کیفیت دیر تک رہتی۔ دھوپ نکلنے پر اشراق پڑھتے اور پھر حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے اور استراحت فرماتے (سو جاتے) اور دوپہر سے قبل چاشت ادا کرتے اور اس کے بعد نماز ظہر پڑھی جاتی۔ اس کے بعد کبھی کبھار آرام فرماتے ورنہ تلاوت قرآن مجید میں مصروف ہو جاتے اور اگر آرام بھی مقصود ہوتا تو اس کے بعد قرآن پاک کی تلاوت ضرور فرماتے۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد آپ ﷺ کا معمول یہ تھا کہ کبھی تو مسجد نبوی شریف ہی میں تشریف فرما رہتے اور کبھی کبھار اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے جاتے۔ افطاری کے متعلق بھی آپ ﷺ کا یہی معمول ہوتا تھا۔ نماز مغرب اور اس کے متصل اوابین (نوافل) ادا فرما کر اپنے کاشانہ اطہر پر کھانا تناول فرمایا کرتے تھے۔ نماز تراویح کے بارے میں نور مجسم' رحمت عالم ﷺ

کے معمولات مختلف رہے۔ ہمیشہ نماز عشاء کے بعد تراویح پڑھی' کبھی گھر پر اور کبھی مسجد میں صلوۃ التراویح کا اہتمام فرمایا۔

آپ ﷺ رات کو کافی کافی دیر تک نوافل ادا فرماتے اور ماہ رمضان المبارک کے دوران نوافل کی کثرت کا حکم بھی کثرت سے ارشاد فرماتے تھے۔ جلیل القدر صحابی حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایک روایت شمائل ترمذی میں یوں مرقوم ہے کہ رمضان میں حضور اکرم ﷺ کے معمولات ایسے تھے کہ اگر کوئی آپ ﷺ کو رات کے اوقات میں محو استراحت دیکھنا چاہے تو وہ بھی موجود ہے اور اگر کوئی نماز میں مشغول دیکھنے کا متمنی ہو تو وہ سنت کریمہ بھی موجود ہے...... سبحان اللہ...... آقا کریم آقا (ﷺ) کہ ہر ایک کے لئے آسانیاں پیدا فرما دیں اور بے شک عملوں کا دارومدار تو نیتوں پر ہی ہوا کرتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ روزہ رکھ کر جب اپنے غلاموں میں بیٹھ کر خالق و مالک کی حمد و توصیف بیان فرماتے تو اس وقت اس محفل کا رنگ ہی کچھ اور ہوتا تھا۔ حضور ﷺ کی تربیت کا اعجاز تھا کہ آپ ﷺ کے معمولات کو دیکھ دیکھ کر صحابہ کرام نے بھی یہ معمول بنا لیا تھا۔ ماہ رمضان کی راتوں میں کثرت سے شب بیداری کرتے اور اتنی آہ و زاری کرتے تھے کہ گریہ کے سبب ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو جایا کرتی تھیں۔ بے شک صحابہ کرام ہی وہ جلیل المرتبت شخصیات ہیں کہ جنہوں نے براہ راست حضور ﷺ کے چشمہ نبوت سے اکتساب فیض کیا اور جو محبت رسول ﷺ کے حقیقی تقاضوں سے کماحقہ آگاہ تھے۔

آیئے مل کر دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں بھی رمضان المبارک کی قدردانی کی توفیق ارزانی عطا فرما اور ماہ رمضان المبارک کے دوران حضور ﷺ کے معمولات کے ساتھ ساتھ زندگی بھر آپ ﷺ کی سنت کے احیاء کی توفیق عطا فرما...... آمین

نعت شریف

تاجدار گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نہیں مجال
صلی علیہ ذوالجلال

کراں یاد میں سوہنی جہات نوں اس سفر عرب والی رات نوں
اس حرا وادی دی گھات نوں یالیتنی یوم الوصال
دل لگڑا بے پرواہاں نال!

آدم تھیں تا عیسیٰ مسیح نفسی بلیس سب نبی
اتھے بولسی ہک امتی احمد نبی صاحب کمال
دل لگڑا بے پرواہاں نال

مہر علی تو کون بچارا نپٹ لاشے تے اوگن ہارا
سرتے چاکے عیباں دا بھارا لاویں پریت توں شاہاں نال
دل لگڑا بے پرواہاں نال

لاکے پریتاں کدیں نہ نسیے بھیت دلاں دا مول نہ دسیے
اندر رویئے تے باہر ہسیے ملنے سداں بے چاہاں نال
دل لگڑا بے پرواہاں نال

مہر علی کیوں پھریں اداسی اج کل سوہنا آ گل لاسی
ہوسن خوشیاں تے غم جاسی ملساں لسیاں کر کر باہاں نال
دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نہیں مجال
صلی علیہ ذوالجلال

حدیث قدسی میں ارشاد الٰہی ہے کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا دوں گا" اور دوسری روایت میں یوں ارشاد ہوا کہ "روزہ میرے لئے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں" یہاں غور طلب امر یہ ہے کہ بے شک عبادات تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے لئے ہی ہوا کرتی ہیں لیکن خصوصاً روزے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات بابرکات کے ساتھ منسوب کیوں فرمایا؟...... یقیناً اس کے ظاہری اور باطنی رموز و اسرار ہیں۔ محض اللہ کی رضا کے لئے اسباب کے باوجود روزہ دار' حالت روزہ میں تمام حلال چیزوں کو اپنی ذات پر حرام کر لیتا ہے اور اس کا مقصد رضائے رب کا حصول ہوتا ہے۔ اسی عظیم مقصد کے لئے وہ بھوک اور پیاس کی شدت کو برداشت کرتا ہے۔ کام کی مشقت اٹھاتا ہے اور اس میں ریاکاری نہیں ہوتی کیونکہ خالصتاً بندے اور اللہ کا معاملہ ہے تو اس سے روح کو تقویت ملتی ہے اس سے یاد الٰہی کی توفیق ملتی ہے۔......... لیکن روزہ ہی روح کی غذا ہے......... جسم کی غذا غلہ و اناج اور پھل وغیرہ ہیں' لیکن روزے سے روح طاقتور ہوتی ہے جو معرفت الٰہی کی طرف پہلا قدم ہے۔

روزے سے خواہشات نفسانی اور شہوات کا قلع قمع ہوتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ صحت انسانی پر (جسمانی طور پر) بھی مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ روزے سے جسمانی طور پر جو نقاہت و کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اس کا بھی بہت جلد ازالہ ہو جاتا ہے۔ انسان کی عقل تقویت پکڑتی ہے' باطل ارادے نیست و نابود ہو جاتے ہیں' ایک دوسرے کے لئے ہمدردی کے جذبات فروغ پاتے ہیں' نیکی کا جذبہ بڑھتا ہے اور بدی

کی قوتیں مسمار ہوتی ہیں۔

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ احیاء العلوم میں ارشاد فرماتے ہیں کہ .... "............ کثرت طعام سے دل مردہ ہونے لگتا ہے۔ تمام رات کی عبادت سے بہتر ہے کہ انسان رات کو ایک لقمہ ہی سہی کم کھائے۔ ہر برائی کا سرچشمہ شکم سیر ہونا ہے اور نیکی کی بنیاد بھوکا رہنا ہے۔ بھوک سے قلب کی صفائی' طبیعت میں تیزی اور بصیرت کامل ہوتی ہے جبکہ زیادہ کھانے کے بعد دل و دماغ بوجھل ہو جاتے ہیں۔ حافظہ میں فرق آتا ہے' ذہن کند ہو جاتا ہے' بھوک ہی سے قلب کو نرمی میسر آتی ہے' انکسار' تواضع' اپنے دوسرے بھائیوں سے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ بغاوت' سرکشی اور برائی کا جذبہ بھوک سے مرنے لگتا ہے۔ جب ایک شخص بھوکا نہ رہے گا تو بھوکے لوگوں کا حال کیا جانے گا؟ اور جب ان کا صحیح حال نہ جان سکے گا تو دوسروں کے لئے تواضع اور مہربانی کہاں سے پیدا ہو گی؟ بھوکا زیادہ بولنا نہیں چاہتا اس لئے گفتگو کے فتنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ ...." .... اب حکمت کے ان انمول موتیوں پر غور و فکر کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ جب نفسانی خواہشات کا قلع قمع ہو جائے اور انسان فتنہ پردازیوں سے محفوظ ہو جائے تو اس وقت معرفت الٰہی کی طرف انسان کا سفر شروع ہو جاتا ہے اور اسے نور باطن نصیب ہو جاتا ہے۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے کی فضیلت بیان کرتے ہوئے معرفت الٰہی کے متعلق ارشاد فرمایا کہ .... "............ روزہ دار کے لئے دو خوشیاں ہیں' ایک خوشی اسے اس وقت محسوس ہوتی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے اور دوسری اس وقت ملے گی جب اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہو گا ...." .... یعنی اس کو رب کریم کی معرفت اور پہچان نصیب ہو گی۔ روزے سے نفس انسانی کا تزکیہ ہوتا ہے اور روح کو تقویت نصیب ہوتی ہے۔ تبھی تو محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ .... رمضان المبارک میں بنی آدم کے ہر عمل کا اجر دس گناہ سے لے کر سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے............ روزہ برائیوں اور دوزخ سے بچنے کے لئے ایک ڈھال ہے............ ہر چیز کی زکوۃ ہوتی ہے اور بدن کی زکوۃ روزہ ہے............ ماہ

رمضان میں مومنوں کا رزق کشادہ کر دیا جاتا ہے...... جس نے لوگوں کے دکھاوے کے لئے روزہ رکھا' اس نے شرک کیا...... روزہ کی عادت رکھو' کیونکہ کوئی عبادت اس جیسی نہیں....... روزہ دار کے لئے افطار کا وقت قبولیت دعا کا خوبصورت موقع ہے کیونکہ اس وقت دعا مسترد نہیں کی جاتی........ جو شخص رمضان میں رات کو تراویح پڑھے ایمان کے ساتھ اور صبر کے ساتھ' تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے......... روزہ کے بغیر اعتکاف نہیں......... وفات پانے والے کے ذمہ روزے ہوں تو اس کے ولی کو چاہئے کہ وہ مرنے والے کی طرف سے روزہ رکھے...... اللہ اکبر.....

رسول کریم ﷺ کے ان ارشادات مبارکہ سے روزے کی اہمیت اور معرفت الٰہی کی طرف کامیابی کے لئے کمال راہنمائی ملتی ہے۔ کسی نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ معرفت الٰہی کے حصول کے لئے کیا نسخہ کیمیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ .... "........ چاہتا ہوں کہ روزہ دار ماہ رمضان المبارک میں زیادہ سے زیادہ خدا کے راستے میں خرچ کرے۔ کیونکہ رسول کریم ﷺ اس ماہ مبارکہ میں بہت زیادہ خرچ فرماتے تھے' سخاوت کرتے تھے۔ یہی معرفت الٰہی کے حصول کا بہترین راستہ ہے۔ ...." .... امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا کہ "روزہ نفس کی زکوٰۃ ہے اور جسم کو محنت و مشقت کا عادی بناتا ہے نیکی کی طرف رغبت دلاتا ہے' روزہ انسان کے لئے ایک ڈھال ہے' بدن کو بھوکا رکھنے میں قلب کی صفائی ہے۔ قوت نورانیہ و قوت ملکیہ بڑھتی ہے......... اور یہی معرفت الٰہی کے حصول کا پہلا زینہ ہے..... اس کے برعکس روزہ کی قدر دانی نہ کرنا یا روزہ رکھ کر تزکیہ نفس پر توجہ نہ دینا انتہائی نقصان دہ امر ہے اور ایسے روزہ سے معرفت الٰہی کا نور نصیب نہیں ہوتا۔ خود رسول رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس شخص نے روزہ کی حالت میں بھی اپنی غلط عادات کو ترک نہ کیا' اللہ تعالیٰ کو اس شخص کے بھوکے رہنے یا پیاسے رہنے کی کوئی حاجت نہیں۔" یعنی روزے کا منشاء بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ اصلاح احوال ہے اور اصلاح احوال ہی سے معرفت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔ حدیث نبوی ہے کہ ایمان اور احتساب کے ساتھ ماہ رمضان میں روزے رکھنے

والے کے لئے تمام پچھلے گناہوں کی معافی کا مژدہ جانفزا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (حجتہ اللہ البالغہ' حصہ دوئم) میں لکھا ہے کہ......... ملکیت جو امور چاہتی ہے اور جو اس کا خاصہ ہیں عالم ملکوت سے تشبیہ پیدا کرنا' خدائے ذوالجلال کی معرفت حاصل کرنا' قوت حیوانی سے گریزاں ہوتی ہے۔ اب قوت حیوانی کو ان امور کی طرف مائل کرنا ہے تو اس کا بہترین ذریعہ روزہ ہے۔ چونکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے قوت حیوانی کو معطل رکھنا ممکن نہیں تھا اس لئے ایک عرصہ متعین کر لیا گیا۔ تاکہ روح' قوت ملکوتی کی لذتوں سے آشنا ہو اور گذشتہ خطاؤں کا کفارہ ہو جائے...... حیوانی قوت کا خاتمہ مقصود نہیں بلکہ اسے اعتدال پر لانا مقصود ہے اس لئے اس کا صحیح راستہ روزہ ہے' روزہ سے حیوانی قوت کی سرکشی ختم ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مذاہب عالم میں سے ہر ایک مذہب میں کسی نہ کسی حوالے سے روزے کا وجود موجود رہا۔ اور یہی معرفت الٰہی کے حصول کا موزوں ترین راستہ ہے آیئے دعا کریں کہ اے ہمارے رب! ہمیں اپنی معرفت کا نور عطا فرما اور اپنی رضا کے لئے روزے کی توفیقات مرحمت فرما..... آمین

روزہ اور ہماری صحت
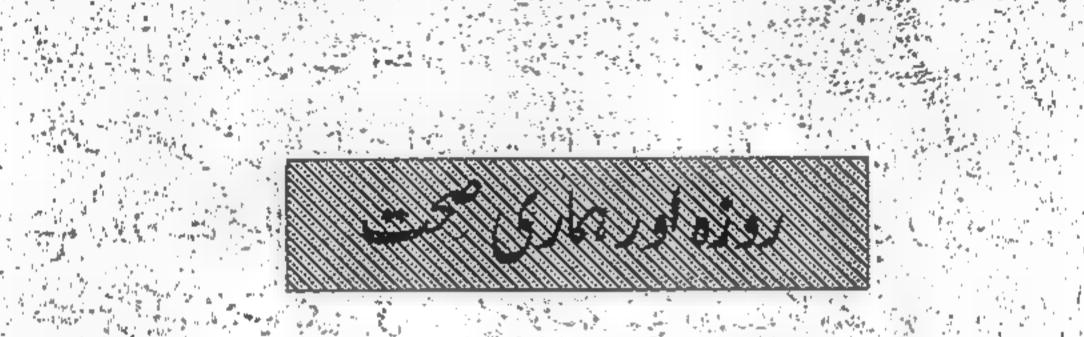
ماہ رمضان المبارک اپنے دامن میں رحمتیں ہی رحمتیں اور برکتیں ہی برکتیں لے کر جلوہ فگن ہوتا ہے اور ایک سچے مسلمان کو جسمانی و روحانی دونوں قسم کی اعلیٰ تربیت کا خوبصورت موقع فراہم کرتا ہے گویا اس ماہ مقدس کو سالانہ "ریفریشر کورس" بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ ریفریشر کورس یا تربیتی ورکشاپ روح اور جسم دونوں کے لئے انتہائی مفید ہے عام حالات میں انسان جھوٹ' بددیانتی' دھوکہ دہی' غلط کاری اور ایسے ہی بے شمار منفی کاموں میں ملوث رہتا ہے جس سے اس کی روحانی زندگی پر گہرے منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں اور یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ روحانی عوارض کی موجودگی میں جسمانی صحت کی توقع رکھنا عبث ہے ہر گیارہ مہینوں کے بعد اس ماہ مبارک کی آمد ان تمام آلائشوں سے روزہ دار کو پاک اور صاف کر دیتی ہے اور ایک مہینہ کے معمولات انسان کو عملاً اصلاح کی طرف مائل کرتے ہیں۔

روزہ کا مقصد محض بھوکا پیاسا رہنا نہیں بلکہ اس کا اصل مقصد اپنی ہر قسم کی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے سامنے قربان کر دینا ہے۔ نظر کا روزہ آنکھ کو غلط استعمال سے بچاتا ہے۔ کان کا روزہ غیبت اور منفی باتوں کے سننے سے رُک جانا ہے۔

زبان کا روزہ غلط باتوں سے اجتناب ہے غرض کہ ذہن و عقل اور پورے وجود کا روزہ ہر طرح کے منفی کاموں سے رک جانا ہے اس سے جہاں انفرادی اور اجتماعی اصلاح کا کام سرانجام پاتا ہے وہاں ہماری صحت پر بھی انتہائی مفید اور خوشگوار اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

ہمارے خالق و مالک نے ہمارے وجود کی مشینری کو نہایت احسن انداز میں تخلیق فرمایا ہے اور جسم میں ہر عضو نہایت اہمیت کا حامل بنایا ہے۔ ہمارا نظام انہضام ایک خاص ترتیب سے چلتا ہے معدہ میں جب غذا داخل ہوتی ہے تو پھر معدہ غذا سے فولاد' چونا' آئیوڈین' نشاستہ' لحمیات' فاسفورس اور روغنی اجزاء وغیرہ جدا کر کے جزو بدن بناتا ہے اور فاضل مادے انسان کے وجود میں ستائیس فٹ لمبی چھ مختلف آنتوں سے گزرنے کے بعد خارج ہوتے ہیں۔ اب ہم نے غور یہ کرنا ہے کہ خوراک کا بے جا استعمال ہمارے لئے مفید ہے یا نقصان دہ' جب ہم اس تناظر میں غور کرتے ہیں تو اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ امراض قلب' کینسر اور بواسیر جیسی موذی امراض درحقیقت خوراک کے بے جا استعمال کا منحوس ثمر ہیں۔ بہت زیادہ کھانے سے معدہ اور آنتوں میں خرابیاں پیدا ہو جاتی ہیں جن کا صحیح علاج "روزہ" ہی ہے۔ شکم سیری سے نہ صرف بدہضمی ہوتی ہے بلکہ اس کا زائد وزن انسان کے جسم میں عضو رئیس "دل" کو برداشت کرنا پڑتا ہے جس سے امراض قلب جنم لیتے ہیں۔

دربار رسالت مآب میں جب صحابی حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ گوشت میں روٹی کے پکے ہوئے ٹکڑوں کو کثیر مقدار میں کھا کر حاضر ہوئے اور انہیں ڈکاریں آنے لگیں تو رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اپنی ڈکاریں بند کرو' کیونکہ دنیا میں سب سے زیادہ پیٹ بھرنے والے قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے" جب حکیم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق ترجمان سے یہ ارشاد گرامی صادر ہوا تو اس کے بعد حضرت جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے تین برس تک کبھی بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور معمول یہ بن گیا کہ ہمیشہ کھانا کم کھاتے اور صرف ایک وقت کھاتے۔ (اللہ

اکبر) صحابہ کرام کو کس قدر حضور ﷺ کے ارشادات پر عمل کرنے کا اشتیاق تھا اور حضور ﷺ نے کس طرح اپنے غلاموں کی تربیت فرمائی۔ قرآن حکیم میں بھی ارشاد ہے کہ...... کلو و شربو ولا تصرفو...... (کھاؤ، پیو مگر اسراف مت کرو)

بلاضرورت کھانے سے طبیعت پر بار ہوتا ہے اور ایسی خوراک سے خون نہیں بنتا۔ طبی اصول کے مطابق جب تک پیٹ میں ایک خوراک ہضم نہ ہو جائے دوسری خوراک نہیں کھانا چاہیے۔ کسی دانا کا قول ہے کہ "جسم کی راحت کم کھانے میں ہے، زبان کی راحت کم بولنے میں ہے اور روح کی راحت کم گناہ کرنے میں ہے"

روزہ بے شمار امراض سے نجات دلاتا ہے۔ آج ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی اور طب یونانی اس بات پر متفق ہیں کہ روزہ کیسٹرول کو ضائع کرتا ہے اور کیسٹرول کو ضائع کرنا ہی دل کی بیماریوں سے نجات کا واحد حل ہے۔ آج کے سائنسی انکشافات درحقیقت حکیم کائنات رسول کریم ﷺ کے ان ارشادات کی خیرات ہیں جو آپ ﷺ نے چودہ صدیاں قبل ہماری راہنمائی کے لئے ارشاد فرمائے تھے۔

عیسائی مستشرق ڈاکٹر ہنری ایڈورڈ کا قول ہے "روزہ سے دل کو سکون، صبر اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اس سے قوت برداشت بڑھتی ہے اور سختیاں سہنے کی عادت پیدا ہوتی ہے۔" اس سے انسانی صحت پر بے شمار مثبت اثرات مرتب ہوتے ہیں لیکن بعض اوقات ہم روزہ رکھنے کے باوجود اس سے کماحقہ، صحیح فوائد حاصل نہیں کر سکتے اور اس کی وجہ سحری اور افطاری میں بے تحاشا غذاؤں کا استعمال ہے۔ سحری و افطاری کے اوقات میں زیادہ اشیائے خوردونوش کا استعمال نقصان دہ ہے۔ روزہ کے دنوں کو "روزہ" ہی کی طرح گزارنا چاہیے۔ انہیں تہوار اور دعوتیں اڑانے میں ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ پر تکلف غذاؤں سے افطار کے بجائے کھجور سے افطار کرنا صحت انسانی کے لئے انتہائی مفید ہے۔ طرح طرح کے پکوان، چٹ پٹی اشیاء، سموسے، پکوڑیاں، مصالحے دار اشیاء، آلو کچالو، دالیں، پھلکیاں، حلوہ، لڈو پیڑے، برفی، سینڈوچ اور تیل یا گھی میں تلی ہوئی اشیاء کے استعمال سے بدہضمی کی شکایت لازم ہے۔

غصہ، فکر اور عجلت میں کھانا کھانے سے اعصابی امراض پیدا ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کمال احتیاط کی اشد ضرورت ہے۔ رس دار پھل یا پھلوں کا رس، انڈا اور مچھلی وغیرہ مفید ہیں۔ مکھن کے بغیر ڈبل روٹی اور مناسب مقدار میں دودھ کا استعمال بھی ہماری صحت کے لئے بہت موزوں ہے۔ ہم اکثر یہ کرتے ہیں کہ افطار کے وقت خوب جی بھر کر کھا لیتے ہیں اور جب تک ڈکاریں شروع نہ ہو جائیں ہمیں اطمیان قلب حاصل ہی نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ بعض افراد نماز تراویح کے بعد سوتے تک کچھ نہ کچھ کھاتے رہتے ہیں یہ سب صحت کے قتل عام کے مترادف ہے۔ کھانا مختصر ہو معیاری ہو البتہ کھانے کے بعد قہوہ یا چائے وغیرہ میں کچھ حرج نہیں۔ لسی، دودھ، دہی، خربوزہ، تربوز، امرود، کیلا، سیب، مسی، کینو وغیرہ زود ہضم اور مفید ہیں۔ سبزی اور فروٹ کے استعمال سے قوت پیدا ہوتی ہے، یخنی بھی مفید ہے۔

رمضان کے اختتام پر خداوند قدوس کی طرف سے رمضان کا انعام عیدالفطر کی صورت میں عطا ہوتا ہے اس یوم سعید کو کھانے میں بے احتیاطی صحت کے لئے مضر ہو سکتی ہے اس لئے ہر معاملے میں اعتدال کا دامن تھامے رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین
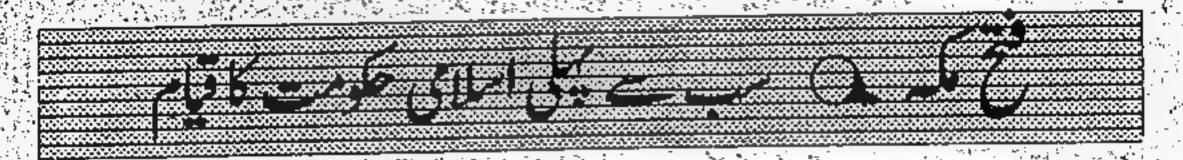
فتح مکہ سب سے پہلی اسلامی حکومت کا قیام

ہجرت ﷺ کے آٹھویں سال رمضان المبارک کی 19 تاریخ تھی اور فاتح مکہ ﷺ دس ہزار مجاہدین کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور خون کے پیاسے ان دشمنوں کے لئے کہ جنہوں نے مکہ میں آپ ﷺ کا رہنا اجیرن کر دیا تھا اور آپ ﷺ کے غلاموں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا کہ ''آج کے دن کسی کے لئے کوئی بدلہ نہیں۔ آج کے دن کسی کے لئے کوئی تکلیف نہیں'' یقیناً یہ خلوص اور رحمت بھرے مقدس الفاظ محبوب رب العالمین ﷺ کے تھے جو ساری کائنات کے لئے رحمت بن کر جلوہ افروز ہوئے۔

فتح مکہ کا یہ اعجاز ہے کہ اس کے بعد جزیرہ عرب اسلام کی لافانی تعلیمات کے زیر نگیں آ گیا۔ اور اس کے بعد مسلمانوں اور اہل عرب کے بت پرستوں کے درمیان ہونے والی معرکہ آرائی نے دم توڑ دیا۔ یہ فتح رسول کریم ﷺ کی اعلیٰ قائدانہ صلاحیتوں اور سپہ گری کے بے مثال اصولوں کے سبب نصرت خداوندی سے اسلام کو نصیب ہوئی۔ حضور اکرم ﷺ آج سے آٹھ برس پہلے مکہ سے الوداع ہوتے وقت حسرت بھری نگاہ سے کعبۃ اللہ کو دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی ساتھ یہ ارشاد بھی آپ ﷺ کی زبان پر جاری تھا کہ ''اے مکہ! خدا کی قسم تو میری نگاہ محبت میں ساری دنیا کے تمام شہروں سے بہت پیارا ہے۔ اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں ہرگز تجھے نہ چھوڑتا۔''

دراصل فتح مکہ کا سبب یہ ہوا کہ کفار و مشرکین مکہ نے بدعہدی کا ارتکاب کرتے ہوئے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ بنی خزاعہ پر حملہ کیا ان کے افراد کو جان سے مار ڈالا اور مالی نقصان بھی پہنچایا۔ حملہ کرنے والوں میں سرداران قریش کی بھاری تعداد بھی شامل تھی۔ بنو خزاعہ کا قتل عام ہوا۔ اس سانحہ عظیم کے رونما ہونے پر بنو خزاعہ کے چالیس سرداروں نے ایک وفد تشکیل دے کر بارگاہ رسالت میں حاضری دی اور مدد کے

لئے درخواست کی۔ رسول کریم ﷺ نے اپنا ایک قاصد مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ بھیجا اور تین شرائط پیش کیں کہ بنی خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کرو یا بنی بکر (جو قاتل ہے ان) کی مدد چھوڑ دو یا حدیبیہ کے مقام پر ہونے والا معاہدہ ختم کر دو۔ قریش مکہ نے حدیبیہ کے مقام پر ہونے والا معاہدہ ختم کر دیا۔

اب رسول رحمت ﷺ نے بنی خزاعہ کی حمایت کرتے ہوئے قریش مکہ اور بنی بکر کے خلاف جہاد کا ارادہ فرمایا اور ہجرت کے آٹھویں سال 10 رمضان المبارک کو دس ہزار جانثاروں کے ہمراہ ایک لشکر لے کر مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہوئے۔ رمضان کے سبب صحابہ پر کمزوری نقاہت اور تھکان کا گہرا اثر تھا اور سفر کے سبب ان کی صحت پر خاصے اثرات مرتب ہوئے تھے۔ لشکر اسلام' حضور رسالت مآب ﷺ کی زیر قیادت و زیر نگرانی مکہ مکرمہ سے باہر ایک میدان جس کا نام مراء الظہران ہے پہنچا۔ رسول کریم ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں لشکر کے اردگرد آگ کے الاؤ جلائے گئے۔ اس وقت ابوسفیان پھرتے پھراتے ادھر آ نکلا۔ لشکر اسلام کی آن بان دیکھ کر مرعوب ہوا۔ اور آگ کے شعلوں نے اسے مزید مرعوب کیا۔ بے ساختہ کہنے لگا...... اس شان کا لشکر اور اس قدر روشنی' میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی...... حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ذریعے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ اب اسلامی لشکر مکہ مکرمہ کی طرف بڑھنے لگا تو حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق حضرت عباس رضی اللہ عنہ' ابو سفیان کو ایک پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے جہاں سے انہوں نے پورے لشکر کا نظارہ کیا اور خوب متاثر ہوئے۔ انہوں نے اپنے خاندان والوں سے کہا کہ اس وقت جوش میں ہوش سے کام لو۔ اگر تم نے مقابلہ کیا تو مارے جاؤ گے۔

ابوسفیان کے اس اعلان میں جناب رسول کریم ﷺ کے اس پر حکمت کا اعلان اثر بھی واضح تھا جو آپ ﷺ نے مکہ میں داخل ہونے سے پہلے فرمایا تھا اور صحابہ کو تلقین فرمائی تھی کہ...... جو شخص ہتھیار ڈال دے اس کے لئے امان ہے' جو شخص اپنا دروازہ بند کر لے اس کے لئے بھی امان ہے' جو شخص خانہ کعبہ میں داخل ہو جائے

اس کے لئے بھی امان ہے اور جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے اس کے لئے بھی امان ہے...... یہ آخری اعلان حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی سفارش پر کیا گیا تھا ان کا خیال تھا کہ ابوسفیان خوش ہو جائے گا اور اس میں اپنی برتری خیال کرے گا کہ لوگ پناہ لینے کے لئے میرے گھر میں داخل ہوں گے اس سے لشکر اسلام کو فائدہ ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ابوسفیان نے اپنے ساتھیوں کے ہاں جا کر بھرپور اس موقف کی تائید کی اور رائے عامہ ہموار کی کہ لوگ میرے گھر میں پناہ لیں یا کعبہ میں داخل ہوں یا ہتھیار ڈال دیں یا اپنا دروازہ بند کر لیں۔ پہلے پہل ابوسفیان کی مخالفت ہوئی بلکہ اس کی بیوی نے بھی اسے برا بھلا کہا۔ بددعائیں دیں بلکہ اس کو بزدل قرار دے کر قتل کر دینے کا واویلا کیا مگر بعد میں سارے لوگ ابوسفیان کے ہمنوا بن گئے۔ اور لوگ پناہ لینے کے لئے حرم کعبہ اور ابوسفیان کی حویلی کی طرف دوڑ پڑے۔

ادھر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم فاتح مکہ کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے آپ اپنی اونٹنی (جس کا نام قصوا تھا) پر سوار تھے۔ اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے اور عجز و انکسار کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر انور اونٹنی کے پالان کے ساتھ لگ رہا تھا...... آتے ہی اللہ کا شکر ادا کیا، سر بسجود ہوئے، بیت اللہ میں تشریف لائے، حجر اسود کا بوسہ لیا، کعبہ کا طواف کیا اور پھر اپنے عصاء مبارک (چھڑی) سے بتوں کو ٹھوکرتے اور گرا دیتے اور ساتھ ہی قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ تلاوت فرماتے کہ...... جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (بنی اسرائیل: 81) کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا (ترجمہ، کنز الایمان)

یہ واقعہ امام بخاری نے فتح مکہ کے باب میں بڑی تفصیل سے نقل فرمایا ہے......
سارے بتوں کو خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کے گھر سے نکال باہر کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے۔ تمام کونوں گوشوں میں تکبیر کہی اور نماز ادا فرمائی۔

اس کے بعد فاتح مکہ ﷺ نے اسلامی حکومت کا پہلا دربار لگایا اور تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ یہ ایسا خطبہ تھا جو صرف تاریخی ہی نہیں بلکہ تاریخ ساز بھی تھا اور اس وقت حضور اکرم ﷺ کی مخاطب ساری دنیا تھی۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ...... ایک خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں' اس کا کوئی شریک نہیں...... اس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا........ اے قوم قریش! اب جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار اللہ تعالیٰ نے مٹا دیا ہے۔ سارے لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے اللہ کے نزدیک عزت والا وہ ہے' جو زیادہ متقی و پرہیز گار ہے۔ قبائل اور خاندان تو اللہ تعالیٰ نے صرف پہچان کے لئے پیدا کئے ہیں۔

رحمت عالم ﷺ نے پوچھا اے اہل مکہ! تمہارا کیا خیال ہے؟ کہ آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟ ظلم و تشدد کر کے شہربدر کرنے والے اب شرمندہ اور نادم تھے لیکن اس کے باوجود اللہ سبحانہ' و تعالیٰ کے حبیب پاک ﷺ سے یہ امید رکھتے تھے کہ "اے بخشش و کرم والے بھائی اور اے بخشش و کرم والے بھائی کے فرزند ہم آپ سے خیر اور رحم کے امیدوار ہیں۔ آپ ﷺ ہمیں معاف کریں گے اور درگزر فرمائیں گے۔" چنانچہ سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا "جاؤ! آج تم سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا تم سب کے سب آزاد ہو۔ کعبہ کی چابیاں خانہ کعبہ کے کنجی بردار خاندان کے اسی فرد عثمان بن طلحہ کو دیں جس کے پاس پہلے تھیں۔" اس وقت بے شمار لوگ مسلمان ہوئے اور آقا کریم ﷺ کے غلام بن گئے۔ یوں سب سے پہلی اسلامی حکومت قائم ہوئی۔
آیئے دعا کریں اے رب مصطفیٰ! اسی پہلی اسلامی حکومت کے تصدق اہل پاکستان کو بھی نظام اسلام کا نور عطا فرما اور ہمارے دلوں کو بھی رحمت عالم ﷺ کی محبت سے مسخر فرما...... آمین۔
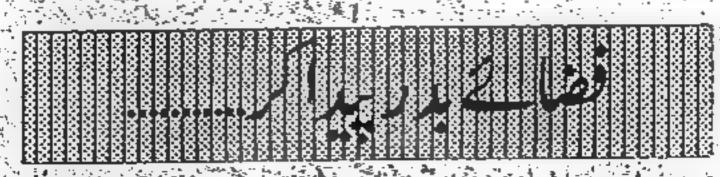
رحمت کونین ﷺ جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے تو آپ ﷺ نے مہاجرین اور انصار میں مواخات (بھائی چارہ) قائم کروائی۔۔۔۔ ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنایا...... انہیں باہم شیر و شکر فرمایا۔ مختلف قبائل کے باہمی اختلافات ختم کروائے...... تمدن کا معیار بدلا...... تہذیب کے اطوار بدلے...... معیشت کو استحکام ملا...... امن اور اعتماد کی فضا قائم ہوئی حقوق و فرائض کا ایسا نظام مرتب فرمایا کہ جس کی نظیر نہیں ملتی' آپ ﷺ نے سارا دستور حیات بدلا اور نومولود مسلم معاشرے کی تعلیم و تربیت پر خصوصی توجہ مرتکز فرمائی...... یہ سب کچھ مکہ والوں کو ایک آنکھ نہ بھایا انہوں نے مدینہ منورہ کے ایک رئیس عبداللہ بن ابی (منافق) سے رابطہ استوار کیا۔ یہ ہجرت کا دوسرا سال تھا اور ماہ رمضان المبارک کا پہلا عشرہ' جب مسلمانوں کو کفار و مشرکین سے جہاد کی اجازت مل گئی۔

حضور انور ﷺ نے مقتدر صحابہ کبار (مہاجرین و انصار) رضوان اللہ علیہم اجمعین کو طلب فرمایا اور مشورہ کیا۔ سب نے بھرپور انداز میں جہاد پر آمادگی ظاہر کر دی۔ انصاری رئیس حضرت سعد بن معاذ ؓ نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! آپ حکم دیں گے تو ہم سمندر میں کود پڑیں گے۔" حضور ﷺ خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ دوسرے عشرہ رمضان کا آغاز تھا۔ 12 رمضان المبارک کو مسلم مجاہدین کا پہلا قافلہ' سالار امت نبی کریم ﷺ کی قیادت میں مدینہ منورہ سے نکلا۔ عجب سماں تھا...... ایک میل دور پڑاؤ ہوا...... اور حضور ﷺ نے کم سن جوشیلے مجاہدین کو واپس کیا۔ (ذرا جوش و خروش اور دامن رسول ﷺ کے ساتھ مستحکم وابستگی کا اندازہ فرمائیں) جن کو اجازت نہ ملتی وہ زار و قطار روتے تھے۔ جو قافلہ روانہ ہوا۔ اس میں مجاہدین کی تعداد صرف تین سو تیرہ تھی۔ ستر اونٹ تھے اور دو گھوڑے' سامان حرب بھی بہت قلیل' ایک سواری کے ساتھ دو' دو اور تین' تین مجاہد تھے جو باری باری سوار ہوتے۔ اس منظر کو حفیظ جالندھری مرحوم نے یوں بیان کیا کہ ؎

چلے تھے یہ مجاہد آج میدان شہادت میں
محمد کی ہدایت پر محمد کی قیادت میں
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

کفر اور اسلام کا یہ پہلا معرکہ تھا.......... جو میدان بدر میں رونما ہوا..... مدینہ منورہ سے 65 میل دور ساڑھے چار میل چوڑا' اور ساڑھے پانچ میل لمبا یہ علاقہ وادی بدر کے نام سے معروف تھا۔ یہاں مختلف ممالک کو جانے والے راستے ملتے تھے یہ سنگم تھا۔ یہاں کہیں سخت اور کہیں نرم زمین تھی۔ شمال اور مشرق کی طرف سے یہ میدان پہاڑوں میں گھرا ہوا تھا۔ پتھریلی' ریتلی' بنجر زمین' میٹھے پانی کے چشمے اور کنوئیں بھی تھے۔

رحمت عالم ﷺ نے جنگ کے تمام پہلوؤں پر توجہ فرمائی اور صحابہ کرام سے مشاورت کے بعد حکمت عملی اختیار فرمائی...... پانی کے چشمے والے اونچے ریتلے ٹیلے پر ڈیرا جمایا جنگی اطوار کو پیش نظر رکھا اور پھر اللہ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے........ "الٰہی اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی تو پھر قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا۔"

......بس اب کیا تھا...... قرآن شاہد ہے کہ اللہ کی نصرت آئی' اس کی مدد سے اہل اسلام کو سرفراز کیا گیا........ رات کو بارش ہوئی ٹیلے کی ریتلی زمین سخت ہو گئی اور صحابہ کرام نے پانی کو بھی تالابوں میں اکٹھا کر لیا جبکہ کفار و مشرکین کے پڑاؤ کی جگہ پانی اکٹھا ہونے کی وجہ سے دلدل بن گئی اور وہ خود اس میں دھنسنے لگے........ سبحان اللہ........ صبح ہوئی' یہ صبح........ 17 رمضان المبارک کی حسین صبح تھی..... جمعتہ المبارک کا دن تھا ایک طرف تین سو تیرہ کا مختصر سا لشکر تھا بے سروسامانی تھی ان میں 60 سے کچھ زیادہ مہاجر اور باقی سب انصار اصحاب تھے اور دوسری طرف ایک ہزار کا لشکر جرار' آلات حرب سے آراستہ' جو ہر روز اپنے کھانے کے لئے دس اونٹ ذبح کرتے تھے ان میں روساء مکہ بھی تھے۔ اب دونوں لشکر مقابل ہوئے۔ کفار کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ تھا اور مسلمانوں کی قیادت' قائد انسانیت' سالار دو جہاں ﷺ فرما رہے تھے۔ عجیب منظر تھا کہ ڈھیر سارے قریبی رشتہ دار اسلام اور کفر کے اس معرکے میں باہم مقابل تھے..... حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں ان کا بیٹا تھا..... فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے مد مقابل ان کا ماموں' حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں ان

کا والد عتبہ، مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں عقیل بن ابی طالب (بھائی) اور خود حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا عباس تھا۔

اللہ کی نصرت سے قلیل مسلمان کثیر کفار پر غالب آئے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ ان مسلمانوں کا دامن مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تعلق غلامی بہت مستحکم تھا۔ دو کم سن نوجوان بھائیوں نے ابوجہل کو جہنم رسید کیا۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اس واقعہ کے عینی شاہد ہیں وہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک نوعمر مجاہد معوذ نے پوچھا کہ چچا جان! ابوجہل کون سا ہے؟ میں نے پوچھا، کیوں؟ اس نے کہا کہ میں اس گستاخ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جہنم نگر پہنچانا چاہتا ہوں......... میں سوچ رہا تھا کہ دوسرے شیر دل نوعمر مجاہد نے یہی سوال دھرایا۔ میں نے اشارے سے ابوجہل کی نشاندہی کی تو وہ دونوں بھائی شاہین کی طرح جھپٹے اور ابوجہل کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کے بعد کفار کے پاؤں اکھڑ گئے...... ان کے لشکر میں بھگدڑ مچ گئی اور پھر ایک طوفان اٹھا اور ریت بھاگتے کفار کے سروں اور آنکھوں میں گرنے لگی۔ 70 کفار ہلاک ہوئے اور اتنے ہی گرفتار کر لئے گئے جبکہ صرف 14 صحابہ کرام نے جام شہادت نوش فرمایا۔

یہ سب کچھ نسبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز تھا کہ خدا نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی نصرت کے لئے کئی ہزار فرشتے بھیجے اور کفار کو ذلیل و رسوا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ میں مال غنیمت تقسیم فرمایا اور وہ صحابہ جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے جہاد میں عملاً حصہ نہ لیا انہیں بھی برابر حصہ مرحمت فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے متعلق صحابہ سے مشورہ کیا۔ سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم اور قبیلہ کے لوگ ہیں۔ انہیں قتل نہ کیا جائے ممکن ہے بعد میں اسلام لائیں۔ اس لئے ان سے فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے جبکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انہیں ہمارے حوالے کر دیا جائے تاکہ ہم انہیں قتل کر ڈالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا، مختلف قیدیوں سے ان کی استطاعت کے مطابق فدیہ لیا گیا۔ کسی کو کہا گیا کہ تم انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو تو آزاد کر دیئے جاؤ گے فدیہ کی رقم ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک متعین فرمائی گئی۔

حضور ﷺ کے چچا عباس بھی گرفتار ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اپنا' اپنے بھتیجے عقیل بن ابی طالب' نوفل بن حارث بن عبدالمطلب اور اپنے حلیف عمرو بن مجدم (چار آدمیوں) کا فدیہ ادا کرو۔ انہوں نے کہا کہ میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ فدیہ دوں۔ حضور ﷺ نے نگاہ نبوت سے غیب کے پردوں کو چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مال کہاں ہے جو تم نے اپنی بیوی ام الفضل کو دیا تھا کہ اگر میں مارا جاؤں تو اتنا فضل کو' اتنا عبداللہ کو اور اتنا عبیداللہ کو دے دینا؟ یہ سن کر عباس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا کہ خدا کی قسم جس نے آپ (ﷺ) کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ اس مال کا میرے اور میری بیوی کے سوا کسی کو علم نہیں تھا میں خوب جان گیا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالٰی کے سچے رسول ہو......... اسلام قبول کر لیا۔۔۔۔ ایمان لائے اور سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ اپنا اور اپنے بھائیوں کے بیٹوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کیا۔

حضور ﷺ کا ایک گستاخ سہیل بن عمرو بھی پکڑا گیا۔ یہ عام اجتماعات میں تقریروں کے ذریعے حضور ﷺ کے متعلق بکواس کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر﷜ نے حضور ﷺ سے اجازت طلب فرمائی کہ اسے میرے حوالے کر دیا جائے تاکہ میں اس کے دانت توڑ دوں اور اس کی زبان اس کے منہ سے نکال لوں........ لیکن حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔ ..... سبحان اللہ......... رحمت عالم ﷺ کا صبر۔

آج ملت اسلامیہ جبر و استبداد کی چکی تلے پس رہی ہے۔ کشمیر' بھارت' بوسنیا' اریٹریا' فلپائن' فلسطین' الجزائر' آذربائیجان' اور آرمینیا میں مسلمان مظلوم ہیں۔ ایسے حالات سے نجات کا نسخہ اقبال نے پیش کیا کہ۔

فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر' قطار اب بھی

اے اللہ! موجودہ پرفتن مصائب کے دور میں ملت اسلامیہ کی غیبی نصرت فرما اور عالم اسلام کو فتح و کامرانی نصیب کر۔ آمین

رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ

سیدہ خاتونِ جنت، شہزادی کونین

حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا

بنت رسول اللہ حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی سیرت و سوانح صبح قیامت تک نسوانی زندگی میں مینارہ نور ہے وہ مسلم خواتین کی آئیڈیل شخصیت ہیں۔ خاتون جنت ہیں زہراء بتول ہیں۔ آیئے ان کی سیرت طیبہ کے چند گوشوں سے آگاہی حاصل کریں۔

اسم گرامی

مخدومہ کائنات، بنت رسول ﷺ کا اسم گرامی فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) ہے۔ کنیت بنت محمد اور القاب، بتول، زہرا، عذرا اور سیدہ ہیں۔

معنی و مفہوم

فاطمہ کا مصدر "فطم" ہے اور "فطم" قطع ہونے کو کہتے ہیں۔ حضور رحمت عالم، نور مجسم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے آپ کو دوزخ سے منقطع فرما دیا۔ بعض کا قول ہے کہ خدا نے آپ کو اور آپ کی ذریت کو دوزخ سے آزاد فرما دیا۔

ولادت باسعادت

سیدہ کے سن ولادت میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ولادت با سعادت اعلان نبوت سے پانچ سال پہلے ہوئی جبکہ اکثر کا قول ہے کہ آپ کی ولادت بعثت نبوی کے ایک سال بعد 20 جمادی الاخر کو ہوئی۔

زہراء

شیخ المحدثین امام عبدالرؤف مناوی (952 - 1038) فرماتے ہیں کہ زہراء کا معنی کلی ہے۔ سیدہ کا تعلق ذات رسول ﷺ سے ایسے ہے جیسے کلی کا تعلق پھول سے ہوتا ہے

اسی لئے آپ کو "زہرۃ المصطفےٰ ﷺ" بھی کہا جاتا ہے۔

سرکار دو جہان ﷺ کو سب سے پیارا کون؟

رحمت عالم ﷺ کو شہزادی کونین سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اس حد تک محبت تھی کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتے اور جب واپس رونق افروز ہوتے تو مسجد میں دو نفل پڑھ کر سب سے پہلے سلطانہ فقر سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کے ہاں جلوہ فرما ہوتے۔

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ جمیع بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنی پھوپھی کے ہمراہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور پوچھا کہ حضور اکرم ﷺ کو سب سے زیادہ پیارا کون تھا؟ آپ نے فرمایا ــــــ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ــــــ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ دربار رسالت سجا تھا۔ مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے۔ پوچھا آقا و مولا ہمیں بتایئے کہ آپ کو سب سے زیادہ پیارا کون ہے؟ فرمایا ــــــ فاطمہ رضی اللہ عنہا ــ عرض کیا گیا ان کے بعد ــــــ فرمایا زید بن حارث (منہ بولے بیٹے) عرض کیا گیا ان کے بعد ــــــ فرمایا ــــــ علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ' حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ نے چچا کو تو سب سے آخر میں ڈال دیا۔ فرمایا' کہ نہیں علی رضی اللہ عنہ آپ سے ہجرت میں سبقت لے گئے تھے۔ امام نسائی کی روایت ہے کہ رحمت عالم و عالمیان ﷺ نے فرمایا کہ میری بیٹی فاطمہ ــــــ حور ــــ ہیں۔

سیدہ بتول' جگر گوشہ رسول رضی اللہ عنہا

بخاری شریف (مناقب (فاطمہؓ) میں حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور رسول خدا ﷺ نے حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

فاطمہ بضعتہ منی فمن اغضبھا فقد اغضبنی

فاطمہ رضی اللہ عنہا میرے جگر کا ٹکڑا ہے جو اسے ناراض کرتا ہے وہ مجھے

ناراض کرتا ہے۔

جن کے استقبال کو حبیب خدا ﷺ کھڑے ہوتے

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آتیں تو حضور ﷺ کھڑے ہو جاتے' مرحبا کہتے' پیشانی پر بوسہ دیتے۔ اپنی نشست سے ہٹ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے اور سیدہ بھی حضور ﷺ کے ساتھ یہی معمول رکھتی تھیں۔ ایک مرتبہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ دربار رسالت میں حاضر ہوئے اور پوچھا۔ ہم دونوں میں سے آپ کو زیادہ پیارا کون ہے؟ محبوب رب العالمین ﷺ نے زبان حق ترجمان سے ارشاد ہوا کہ مجھے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سب سے زیادہ محبوب ہے اور اے علی رضی اللہ عنہ! تم سب سے زیادہ عزیز ہو۔ امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ ________ آپ کے والد گرامی ﷺ سے زیادہ ہمیں پوری مخلوق میں کوئی محبوب نہیں اور ان کے بعد آپ سے زیادہ کوئی محبوب نہیں۔"

جن سے محبت' محبت مصطفیٰ ﷺ اور جن سے بغض' عداوت مصطفیٰ ﷺ ٹھہرا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ حضور انور ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا' حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور شہزادہ کونین امام حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے دوست کا دوست ہوں اور تمہارے دشمن کا دشمن ہوں۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وہ ہیں کہ جن کی ولادت کے وقت آپ کی والدہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کائنات کی تین بزرگ خواتین جنت سے تشریف لائیں۔ روضۃ الشہداء میں مرقوم ہے کہ ان میں حضرت اسحاق علیہ السلام کی والدہ حضرت سارہ

تھیں دوسری حضرت عیسیٰؑ کی والدہ مریم بنت عمران تھیں اور تیسری فرعون کی بیوی حضرت آسیہ تھیں۔

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات
خیر النساء، حسین و حسن، مصطفیٰ، علی

سیدہ بتولؓ کا گریہ اور مسکراہٹ

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وصال مصطفیٰ ﷺ کے تذکرے میں اکثر فرمایا کرتی تھیں کہ تمام ازواج رسول ﷺ موجود تھیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ تشریف لائیں۔ رحمت عالم ﷺ نے دیکھا تو فرمایا، میری بیٹی فاطمہ، مرحبا، پھر اپنے پاس بٹھایا۔ پھر کان میں سرگوشی فرمائی اور پھر سب نے دیکھا کہ سیدہ فاطمہ زار و قطار رونے لگیں۔ حضور ﷺ نے فاطمہ کا رنج ملاحظہ فرمایا تو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کان میں دوبارہ کوئی بات ارشاد فرمائی جس سے سیدہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے تبسم فرمایا۔ اب سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ خدمت اقدس سے اٹھتے ہی میں نے پوچھا کہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ نے آپ کے کان میں کیا ارشاد فرمایا تھا جس سے آپ رونے لگیں؟ تو مجھے جواب ملا کہ ______ میں حضور ﷺ کا راز فاش نہیں کر سکتی ______ وصال نبوی ﷺ کے بعد ایک دن میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا ______ " میں آپ کو اس حق کی قسم دیتی ہوں جو میرا حق آپ پر ہے۔ مجھے بتاؤ کہ حضور ﷺ نے کیا سرگوشی فرمائی تھی؟ ______ " ______ تو اس وقت سیدہ فاطمہؓ نے بتایا کہ ______ پہلی بار فرمایا کہ جبریل ہمیشہ ایک مرتبہ اور اب کی بار دو مرتبہ قرآن حکیم کا دور کر گئے ہیں۔ اے میری بیٹی! میں سمجھتا ہوں کہ میرا قرب وصال ہے۔ بس بیٹی! اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا اور دوسری مرتبہ آئینہ جمال کبریا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ فاطمہ!

میرے بعد سب سے پہلے جنت میں تم ہی مجھ سے ملو گی ایک اور روایت میں ہے کہ دوسری مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ فاطمہ! کیا تم خوش نہیں ہو کہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو؟ پہلی بات پر جدائی مصطفیٰ ﷺ کی خبر پا کر میں رونے لگی اور پھر زیارت مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ جنت کی بشارت کی نوید جانفزا سن کر میرے چہرے پر تبسم بکھر گیا۔ مسلم اور بخاری نے حدیث نقل کی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہیں جس نے اس کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا اور جس نے اس کو اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی"

مشکوۃ شریف میں یہ بھی ہے کہ ______ جس نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راحت پہنچائی اس نے مجھے راحت پہنچائی۔

عقد مبارک

پندرہ سال کی عمر میں آپ کا نکاح ہوا' سولہ' اٹھارہ اور اکیس سال کی عمر کے اقوال بھی روایات میں موجود ہیں۔

شیخ المحدثین امام عبدالروف المناوی اپنی کتاب "اتحاف السائل بما لفاطمته من المناقب والفضائل" میں رقمطراز ہیں کہ ________

حضور اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان اللہ امرنی ان ازواج فاطمہ من علی (مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح علی رضی اللہ عنہ سے کر دوں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شادی دنیا اور آخرت کے سردار کے ساتھ کی ہے۔

سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کا جہیز

حضرت علی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک چادر، مشک اور کھجور بھرا چرمی تکیہ دیا۔" بخاری شریف میں مولا علیؓ کا قول ہے کہ "رسول خدا ﷺ نے شادی کے موقع پر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ایک چادر، کھجور کی چھال بھرا ایک چرمی تکیہ، دو چکیاں، ایک مشک اور دو گھڑے بھیجے۔" اور حضرت امام احمد نے حضرت علی ﷺ کی ایک روایت نقل کی ہے کہ ہمارے پاس گھر میں مینڈھے کی صرف ایک کھال تھی جس کے ایک گوشے پر ہم آرام کرتے تھے اور دوسرے گوشے پر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آٹا گوندھتی تھیں۔

طبرانی میں فاطمہ بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ جب فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو علی ﷺ کے گھر بھیجا گیا تو ان کے ہاں بچھی ہوئی ریت، کھجور کی چھال بھرے تکیے، گھڑے اور کوزہ کے سوا کچھ نہ تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا کی گستاخی کرنے والا کافر ہے

شیخ محقق علی الاطلاق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی ﷫ اشعۃ اللمعات فی شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا ــــــــ بضعتہ منی ــــــ میرے گوشت کا ٹکڑا ــــــ چونکہ حضور سرکار مدینہ ﷺ نے اپنے گوشت کا ٹکڑا فرمایا اور حضور ﷺ کی گستاخی کفر ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بے ادبی، گستاخی بھی کفر ہے۔ صاحب مواہب الدنیہ نے بھی ایسا ہی لکھا ہے لہٰذا سیدہ سے بغض و عداوت رکھنا دین اور دنیا میں نامرادی کا سبب ہے۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

امام طبرانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار مدینہ ﷺ نے حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مخاطب ہو کر فرمایا ــــــــ "بے شک اللہ تعالیٰ نے

تم کو عذاب دے گا اور نہ ہی تمہاری اولاد میں سے کسی کو ایک کو عذاب دے گا۔"

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خوب فرما گئے ہیں۔ ۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نور کا

چمنستان زہراؓ کی عظمت لازوال

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک روز میں اپنی والدہ سے اجازت لے کر حضور رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نماز مغرب حضور ﷺ کی اقتدا میں ادا کی پھر عشاء پڑھی اور جب رات کو حضور ﷺ روانہ ہوئے تو میں چپکے چپکے آہستہ آہستہ پیچھے پیچھے چل پڑا حتیٰ کہ راستے میں کوئی اجنبی ملا حضور ﷺ رکے' میں بھی رک گیا' اجنبی سے بات کی اور حضور ﷺ چل پڑے میں بھی چل پڑا۔ حضور انور ﷺ نے میرے قدموں کی آہٹ سن لی اور پوچھا "کون ہے' کیا حذیفہ ہو؟" میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ واقعی میں حذیفہ ہی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تمہاری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہاری ماں کو بخش دے؟ پھر ساتھ ہی فرمایا کہ جس نے راستے میں میرے ساتھ ملاقات کی کیا تم نے اس اجنبی کو دیکھا میں نے عرض کیا۔ میں نے دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ اجنبی اللہ کا فرشتہ تھا۔ جو آج سے پہلے کبھی بھی زمین پر نہیں اترا تھا اب اللہ تعالیٰ کی اجازت سے صرف میری زیارت کے لئے آیا تھا اور میرے سلام کرنے کو آیا تھا۔ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ _____ "تحقیق فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور بے شک حسن رضی اللہ عنہ اور حسین رضی اللہ عنہ تمام نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔" _____ اسی لئے تو اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

کیا بات رضا اس چمنستان کرم کی
زہرا ہے کلی جس میں حسینؓ و حسنؓ پھول

سخاوت فاطمہؓ پر قرآن کی شہادت

تفسیر کبیر، مدارک اور نیشا پوری میں ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دونوں شہزادے حسن رضی اللہ عنہ، حسین رضی اللہ عنہ علیل ہوئے۔ سیدہ زہراؓ، مولا علی رضی اللہ عنہ اور کنیز فضہ نے منت مانی کہ خدائے علیم و خبیر شہزادوں کو کامل صحت عطا کرے تو ہم تین دن مسلسل، رضائے رب کے لئے، روزہ رکھیں گے۔ بچے صحت یاب ہو گئے اور تینوں تقدس ماب ہستیوں نے روزہ رکھ لیا۔ مولا علی رضی اللہ عنہ تین صاع آٹا ادھار لائے جس کے تین حصے کئے گئے۔ ایک حصہ پکا کر پانچ روٹیاں تیار کی گئیں تو عین وقت افطار سائل نے صدا لگائی کہ مسکین ہوں کھانا کھلایا جائے۔ مولا علی رضی اللہ عنہ نے پانچوں روٹیاں مسکین کے حوالے کر دیں اور تینوں مقبولان بارگاہ ہستیوں نے پانی سے افطاری کر لی۔ دوسرے روز اسی وقت یتیم نے سوال کیا اور پانچوں روٹیاں لے گیا اور تیسرے دن افطاری کے وقت ایک قیدی نے صدا لگائی اور پانچوں روٹیاں اسے دے دی گئیں ــــــــــ بس یہ امتحان کی آخری کڑی تھی جس میں یہ برگزیدہ شخصیات کامیاب ہوئیں اور اس کی گواہی قرآن نے دی۔ جبرئیل دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ خدا کا سلام اور پیغام پہنچایا ــــــــــ "اور کھانے کھلاتے ہیں اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور اسیر کو۔ ان سے کہتے ہیں ہم تمہیں خاص اللہ کے لئے کھانا دیتے ہیں تم سے کوئی بدلہ یا شکر گزاری نہیں مانگتے۔ بے شک ہمیں اپنے رب سے ایک ایسے دن کا ڈر ہے جو بہت ترش نہایت سخت ہو" (سورۃ الدھر۔ آیت 8، 9، 10، ترجمہ کنز الایمان) یہ آیت مبارکہ حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ، سیدہ فاطمہ زہراؓ اور آپ کی کنیز فضہؓ کی شان میں نازل ہوئی۔ سبحان اللہ! اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے عرض کیا کہ۔

مزرع تسلیم را حاصل بتول
مادران را اسوہ کامل بتول

سخاوت، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اتنا پسندیدہ عمل ہے کہ اس کی پسندیدگی کی سند قرآنی آیات کی صورت میں دی جا رہی ہے۔ سیدہ کائنات کی زندگی مسلم خواتین کے لئے آئیڈیل ہونا چاہیے۔ کیونکہ اسی میں ہماری نجات کا راز مضمر ہے۔

صداقت زہراؓ پر ام المومنینؓ کی گواہی

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتیں ہیں کہ ما رائیت احد اقط اصدق من فاطمتہ (ترجمہ) "میں نے فاطمہ سے بڑھ کر سچ بولنے والا دیکھا ہی نہیں" سبحان اللہ

سیدہ رضی اللہ عنہا گھر کا کام کاج خود کرتی تھیں

عالمی دعوت اسلامیہ کے مرکزی نائب امیر اور دور حاضر کے نامور محقق حضرت علامہ مفتی محمد خان قادری اپنی مشہور زمانہ کتاب "شرح سلام رضا" میں رقمطراز ہیں کہ آپؓ (سیدہ) کے شوہر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی معلوم ہے کہ انہوں نے مال کا جمع کرنا اپنے اوپر حرام کر رکھا تھا آپ فرمایا کرتے تھے ہم پر زکوۃ کیسے لازم آئے گی ہم نے کبھی جمع ہونے ہی نہیں دیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جب ان کے ہاں گئیں تو سارے کام اپنے ہاتھوں سے کرتیں۔ بچوں کی تربیت کے علاوہ چکی پیسنا، پانی لانا اور گھر کی صفائی ستھرائی کا کام خود کیا کرتیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ تمہیں فاطمہؓ کے بارے میں آگاہ کرتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے محبوب ہیں میرے ہاں ان کا عالم یہ تھا۔

فجرت بالرحی حتی اثرت فی یدها واستقت بالقربہ حتی اثرت فی نحرھا و قیمت البیت حتی اغبرت ثیابھا و اوقدت القدر حتی و کنت ثیابھا و خبزت حتی تغیر وجھھا۔ (ابوداؤد، کتاب الادب)

(ترجمہ) چکی پیسنے سے ان کے ہاتھوں پر نشان، مشکیزہ اٹھانے سے سینے پر نشان اور گھر کی صفائی اور ہانڈی روٹی سے کپڑوں پر نشان پڑ جاتے بعض اوقات کھانا پکاتے وقت ان کا رنگ متغیر ہو جاتا تھا۔ ــــــــ اللہ اکبر ــــــ

جب شہزادہ حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کا قمیض اتار کر سائل کو دے دیا

مخدومہ کائنات سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ اقدس پر ایک عورت اپنے چھوٹے بچے کو اس حال میں اٹھا کر لائی کہ اس کے جسم پر انتہائی خستہ حال پھٹا پرانا قمیض تھا اس نے سوال کیا کہ میرے لخت جگر کے لئے شہزادوں کا کوئی قمیض عطا ہو جائے۔ سیدہؓ نے اپنے نور عین سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کو سوتے سے جگایا۔ ان کا قمیض اتارا اور سائلہ کو عطا کر کے مخدومہ کائنات، سلطانہ فقر سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے نور چشم کو ایک پرانا قمیض پہنا دیا۔

ردائے زہراؓ سے صحابی کو غلہ اور یہودی کو ایمان کی دولت مل گئی

ایک مفلوک الحال بدو کو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ آپ کے کاشانہ اقدس پر لائے کہ کھانے کو کچھ مل جائے۔ حالات کچھ ایسے تھے کہ خود سیدہ کئی دنوں سے فاقہ سے تھیں۔ لیکن سائل کو دیکھ کر بے چین ہو گئیں۔ گھر میں پڑی اکلوتی چادر اٹھائی اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ یہ چادر شمعون یہودی کو دے کر کہیں کہ یہ "ردائے زہرا" ہے اس کا جتنا غلہ بنتا ہے وہ بدو کو دے دو۔ یہ واقعہ جب شمعون یہودی نے سنا تو پکار اٹھا

کہ جس محمد ﷺ کی بیٹی اتنی سخی ہے کہ خود فاقے کے باوجود سوالی کو خالی ہاتھ اور خالی دامن نہیں لوٹاتی۔ بخدا وہ خدا کے سچے رسول ہیں۔ کلمہ پڑھ کر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے دست حق پرست پر مسلمان ہو گیا بدو کو غلہ دیا۔ سیدہؓ کے گھر غلہ نذر کیا اور چادر مبارکہ واپس بھجوائی۔ اللہ اکبر ___ مخدومہ کائنات کی سخاوت اور جذبہ ایثار کا اعجاز ملاحظہ فرمائیں کہ اس کے تصدق بھوکوں کو غلہ اور یہودیوں کو ایمان کی دولت نصیب ہو رہی ہے۔ سبحان اللہ

منگتا خالی ہاتھ نہ لوٹے کتنی ملی خیرات نہ پوچھو
ان کا کرم پھر ان کا کرم ہے ان کے کرم کی بات نہ پوچھو

مزار رسول ﷺ پر حاضری سیدہؓ کا معمول بن گیا

سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا وصال نبوی ﷺ کے بعد ہفتہ میں دو مرتبہ اور کم از کم ایک مرتبہ روضہ نبوی ﷺ پر ضرور حاضر ہوتی تھیں اور مزار پر انوار پر جاروب کشی خود فرماتی تھیں۔ وصال مصطفیٰ ﷺ کے بعد کسی نے آپ کو ہنستے یا مسکراتے نہیں دیکھا۔ اسد الغابہ میں ہے کہ نبی ﷺ کے وصال کے بعد ساری زندگی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کبھی تبسم نہیں فرمایا۔

وصیت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

وقت وصال شہزادی مصطفیٰ ﷺ نے زانوئے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر سر انور رکھا ہوا تھا اور حیدر کرار رضی اللہ عنہ سے وصیت کی اجازت طلب کی اور پھر ارشاد فرمایا۔ چار باتیں ہیں۔

1۔ اگر میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف پہنچی ہو یا آپ پر میں نے کوئی زیادتی کی ہو تو خدا کے لئے مجھے معاف فرما دیجئے۔

2۔ میرے بچوں سے ہمیشہ شفقت فرمانا۔ ان کی دلداری کرنا ان سے پیار فرمانا

اور ان کے سر پر دست محبت رکھنا۔

3 - قبرستان میں میرا جنازہ رات کے وقت لے جانا اس لئے کہ میری زندگی میں کسی نامحرم نے میرے قد و قامت کو نہیں دیکھا۔ اب بعد از وفات بھی میری خواہش ہے کہ مجھے کوئی دوسرا نہ دیکھے۔

4 - مجھے بھول نہ جانا اور میری قبر پر تشریف لاتے رہنا اور دعائے خیر فرماتے رہنا۔

جب مولا علی شیر خدا ؓ آپ کی وصیت سماعت فرما چکے تو حیدر کرار ؓ کی آنکھوں میں آنسو رواں تھے اور آپ بھرائی ہوئی آواز میں فرما رہے تھے کہ "اے شہزادی رسول ﷺ ماشاء اللہ آپ نے کبھی مجھے کوئی تکلیف دی اور نہ ہی مجھے رنج پہنچایا۔ آپ نے کبھی میری دل آزاری نہیں فرمائی بلکہ ہمیشہ میری دلداری کی ہے۔ آپ نے کبھی مجھے مصائب میں نہیں ڈالا بلکہ ہمیشہ میری غمگساری کی ہے۔ آپ نے کبھی مجھے جفا نہیں دی بلکہ ہمیشہ وفاداری کی ہے گویا زہرا آپ کانٹا نہیں بلکہ ایک پھول ہیں۔ میں آپ کی وصیتوں کو دل و جان سے قبول کرتا ہوں اور انشاء اللہ ان پر پورا پورا عمل کروں گا" یہ خوبصورت باتیں اہل اسلام کے لئے ہر دور میں مشعل راہ رہی ہیں اور ہمارے موجودہ معاشرتی اور نظریاتی بگاڑ کا حل بھی انہی ارشادات عالیہ پر عمل میں مضمر ہے۔ یقیناً" اولاد سے محبت شفقت پیار دلداری اور اچھی تربیت جدید معاشرے کو اصلاح احوال اور تزکیہ نفس کی دعوت دیتے ہیں۔ سیدہ زہرا مولا علی ؓ سے وقت وصال معافی طلب کر کے ہر دور کی خواتین کو اپنے خاوندوں کا تابع فرمان رہنے کی تلقین فرما رہی ہیں۔ جنازہ کو رات کے وقت اٹھانے کی وصیت اسلامی پردے کی معراج ہے جو موجودہ کلچر ماحول کو شرم و حیا کی خیرات تقسیم کرتی نظر آتی ہے۔ قبر پر آتے جاتے رہنے کی وصیت اور دعا خیر میں یاد رکھنے کی وصیت سے موجودہ دور کے نام نہاد جدید نظریات بھی دم توڑتے نظر آتے ہیں۔ مزارات پر

حاضری کا نظریہ' بنت رسول رضی اللہ تعالٰی عنہا کی آخری وصیت سے ثابت ہے تو اسے بدعت قرار دینا کھلی گمراہی ہے۔ اللہ تعالٰی سیدہ زہرا کے مزار منور پر ہونے والی انوار و تجلیات کی بارش کو ہر لحظہ مزید برکات عطا فرمائیں کہ سیدہ نے ملت اسلامیہ کے لئے اپنی آخری وصیت میں وحدت امت کا فارمولا پیش کر دیا اور باطل عقائد کی بیخ کنی فرما دی۔

وصال باکمال' مزار پر انوار

سیدہ فاطمہ الزہرا نے 3 رمضان المبارک 11 ھ منگل کے روز وصال فرمایا آپ کا وصال حضور اکرم ﷺ کے وصال شریف کے چھ ماہ بعد ہوا۔ (مدارج النبوت جلد 2 ص 461 زرقانی جلد 3 ص 200) آپ کو رات کے اندھیرے میں دفن کیا گیا جنت البقیع کو مخدومہ کونین' شہزادی عفت و عصمت سیدہ فاطمہ الزہراء سلام اللہ علیہا کا مدفن بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اور امیر المومنین سیدنا مولا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اللہ تعالٰی ملت اسلامیہ کی بیٹیوں کو سیدہ کائنات کے اسوہ مقدسہ پر چلنے کی توفیق بخشے - آمین

اس بتول جگر پارہ مصطفٰی ﷺ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں پل صراط سے گزر

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یوم حشر جب سیدہ زہرا کی سواری کی آمد ہو گی تو منادی کرنے والا ندا کرے گا کہ "اے اہل محشر اپنی آنکھیں بند کر لو اور گردنیں جھکا دو کہ فاطمہؓ بنت محمد ﷺ کی سواری پل صراط سے گزرنے والی ہے" اور پھر بجلی کوندنے کی دیر میں ستر ہزار حوروں کے جھرمٹ میں سیدہ فاطمہؓ کی سواری پل صراط عبور کر جائے گی۔

فاطمہؓ اب بھی کربلا میں ہے

اس عظیم ہستی کے مزار مبارک کو نجدی توحید کے ٹھیکیداروں نہایت بے دردی سے منہدم کر دیا (انا للہ وانا الیہ راجعون)

برصغیر کے نامور ادیب و خطیب آغا شورش کاشمیری جیسا حساس شخص بھی سیدہ خاتون جنتؓ کے مزار پرانوار پر حاضر ہو کر نجدی مظالم پر چپ نہ رہ سکا اس نے اپنے سفرنامہ حجاز مقدس "شب جائے کہ من بودم" میں حضرت سیدہ فاطمہ الزہراؓ کے مزار مبارک پر حاضری کے موقع پر اپنے رقت آمیز جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی بید لرزاں کی طرح کانپنے لگا دل یوں ہو گیا جس طرح کنوئیں میں خالی ڈول تھرتھراتا ہے"

داخل ہوتے ہی دائیں ہاتھ کے ایک کونے میں حضور کی پھوپھیاں عاتکہؓ، صفیہؓ اور فاطمہؓ کے مزار ہیں آگے بڑھیں تو دائیں طرف نو امہات المومنینؓ محو خواب ہیں ______ حضرت عائشہؓ، سودہؓ، زینبؓ، حفصہؓ ام المساکین ام سلمہؓ، جویریہؓ، ام حبیبہؓ اور صفیہؓ ان کے ساتھ کی روش پر حضرت عقیلؓ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام نافع رحمۃ اللہ علیہ آسودہ خاک ہیں ان کے ایک طرف شہدا کے مزارات کا ٹکڑا ہے۔ سامنے حضور ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم کی لحد ہے ادھر ادھر عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ رقیہ بنت عثمان مظعون رضی اللہ عنہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، فاطمہ بن اسدؓ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، مالک انصاری رضی اللہ عنہ، اسماعیل بن جعفر صادق کے مدفنوں کی ڈھیریاں ہیں۔ آخری نکڑ پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مزار ہے۔ اس مزار سے ہٹ کر دیوار کے ساتھ سیدہ حلیمہ سعدیہؓ کی قبر ہے یہی ایک قبر ہے جو اس قبرستان میں درخت کے سائے تلے ہے باقی پورے قبرستان میں کوئی درخت پودا یا کیاری نہیں۔

امہات المومنین کے مزارات سے دس بارہ گز آگے ایک غیر کشیدہ مثلث ٹکڑی میں جو زیادہ سے زیادہ 3 x 5 گز کی ہو گی چھ ڈھیریاں ہیں ان پر کوئی نشان نہیں قبروں کی شکل ہے سنگریزوں کا حاشیہ' سینہ پر کنکریاں' دائیں طرف بنت رسولؐ پڑی ہیں سامنے رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت عباس ؓ ہیں حضرت عباس ؓ کے جسد مبارک کی داہنی طرف امام حسنؑ، امام زین العابدینؑ، امام باقرؑ اور امام جعفر صادقؑ یہ ساری جگہ مسجد نبوی میں واقع حضرت فاطمہ ؓ کے حجرے سے بھی چھوٹی ہے اس کربلا میں چچا نگران ہیں' بچے ماں کی گود میں ہیں اور جو کربلا میں رہ گئے تھے ان کی جدائی کا حزن ماں کی قبر سے محسوس ہو رہا ہے۔ شوہر نجف اشرف میں اور باپ وہ سامنے' کہ بیچ میں چند مکان حائل ہیں دنیا والوں نے مرنے کے بعد بھی دیواریں کھینچ دی ہیں گنبد خضریٰ کو اس رخ سے دیکھئے سوگوار معلوم ہو رہا ہے اور اس ویرانی کو ٹکر ٹکر دیکھ رہا ہے۔ اس کے ہونٹوں پر جنبش سی ہے۔

؎ گوش نزدیک لبم آر کہ آوازے ہست

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ "فاطمہؓ میرا جگر گوشہ ہے جس سے اس کو دکھ پہنچے گا مجھے بھی اذیت ہو گی۔"

ماں کہتی ہے زین العابدین میرے لخت جگر کے مہ پارے! باپ کہاں رہ گیا؟ زین العابدینؑ کہتے ہیں دادی اماں پھوپھی زینبؓ سے پوچھیں وہ لٹی پٹی بے کجاوہ اونٹ پر آ رہی ہیں ابا کا سر نیزہ پر لٹک رہا ہے اور 72 سر مشایعت کر رہے ہیں۔ مدینہ میں کہرام بپا ہے بنو ہاشم کی عورتیں' بنت عقیل بنت ابی طالب کے جلو میں چلاتی ہوئی گھروں سے نکل آئی ہیں کہ محمد ﷺ کا گھرانہ شام سے لٹ کر آ رہا ہے وہ نوحہ کر رہی ہیں۔ کیا کہو گے جب نبی ﷺ تم سے سوال کریں گے۔ ________ "کہ اے وہ جو سب سے آخری امت ہو تم نے میری اولاد اور میرے خاندان سے میرے بعد کیا سلوک کیا۔ ان میں بعض قیدی ہیں اور

بعض خون میں نہائے ہوئے ہیں۔"

بنت رسول ﷺ کی لحد کے سامنے، میں کوئی گھنٹہ بھر ساکت و صامت کھڑا رہا جیسے کوئی چیز گڑ گئی ہو اور اس میں زندگی کے آثار مطلقاً" نہ رہے ہوں ملک عباس دیر تک دعائیں مانگتے رہے لیکن میں تھا کہ بے دست و پا کھڑا تھا جب محویت یہاں تک پہنچ گئی کہ ہوش رہے نہ حواس جیسے کوئی آہ نارسا منجمد ہو چکی ہے یا آنسوؤں کی طغیانی رک گئی ہے تو عباس ملک نے مجھے گم سم پا کر کہا۔

"آغا صاحب! فاتحہ پڑھیئے

میں پوری طرح جل چکا تھا عباس نے میرے شانہ پر ہاتھ رکھ کر کہا "آغا صاحب" اور میں "کالنقش کالحجر" کی طرح تھا، انہوں نے جھنجھوڑا ــــــ فاتحہ پڑھئے' میں نے کہا ملک صاحب! فاتحہ کس لئے؟ کیا انہیں ہمارے ہاتھوں کی احتیاج ہے ہم کیا اور ہماری دعائے مغفرت کیا؟ ہم تو خود ان کے محتاج ہیں۔ ہماری مغفرتیں ان کی بدولت ہوں گی ــــــ ملک صاحب حیران رہ گئے ــــــ میں نے قبر سے ٹکٹکی باندھ رکھی تھی میں کہہ رہا تھا۔

فاطمہؓ تو اب بھی کربلا ہی میں ہے تیرے باپ کا کلمہ پڑھنے والوں نے تجھے اب تک ستایا ہے تیری کہانی زخموں کی کہانی ہے تو نے کعبتہ اللہ میں باپ کے زخم دھوئے تھے کربلا میں تیری اولاد نے زخم کھائے کوفہ میں تیرا شوہر امت کے زخم کھا کے واصل بحق ہو گیا تیرے ابا کی امت نے تیری اولاد کو ہمیشہ ستایا ہے آج چودہ صدیاں ہونے کو آئی ہیں تیری اولاد قبروں میں بھی ستائی جا رہی ہے پورا عرب تیری اولاد کی قتل گاہ ہے تیرے ابا نے کہا تھا۔

فاطمہؓ میری رحلت کے بعد جو مجھے سب سے پہلے ملے گا وہ تو ہو گی تو ان کے پاس چلی گئی۔ محمد ﷺ کا گھرانا اب بھی کربلا میں پڑا ہے جو لشکر و سپاہ اور تاج و کلاہ کی تلواروں سے بچ رہے تھے ان کی قبریں قتل کر دی گئی ہیں اپنی قبر کے قتل پر مجھے رونے دے تو اس قبر میں ہے اور میں تیرے سامنے زندہ ہوں

مجھے اپنی زندگی ایک فعل عبث محسوس ہو ہی ہے تیرے مرقد کے ذرے تمام کائنات کے مرواریدسے افضل ہیں ان میں مہرو ماہ سے بڑھ کر درخشانی ہے لیکن زمانہ نے آنکھیں پھیرلی ہیں اور اس کا شیشہ دل حمیت و غیرت سے خالی ہو گیا ہے۔

اہل عرب' حیا کرو

آغا شورش مزید رقمطراز ہیں

________ آج صبح فاطمہؓ کے مزار پر گم سم کھڑا سن رہا تھا ام المومنین کہہ رہی ہیں اے اہل عرب! حیا کرو میری نور چشم کے مرقد سے یہ سلوک کر رہے ہو؟ اس کے باپ نے تمہیں شرف بخشا اور خیر الامم بنایا تھا۔

ان کی محبت کے بغیر تو نماز بھی قبول نہیں

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی ہے کہ ______ اے اہل بیت مصطفی ﷺ آپ سے محبت تو اللہ نے قرآن میں فرض قرار دے دی ہے اور کیا یہ آپ کی شان کم ہے کہ جو آپ درود نہ پڑھے اس کی نماز ہی قبول نہیں۔

سیدہؓ کے روحانی تصرف، کی روشن مثال

شہاب نامہ کے درویش صفت مصنف جناب قدرت اللہ شہاب مرحوم حضرت سیدہ فاطمہ الزہراؑ کی ذات گرامی کو وسیلہ بنانے اس وسیلہ کی قبولیت اور گوہر مراد پانے کے متعلق اپنا ذاتی تجربہ یوں بیان کرتے ہیں۔

ایک بار میں کسی دور دراز علاقے میں گیا ہوا تھا وہاں پر ایک چھوٹے سے گاؤں میں ایک بوسیدہ سی مسجد تھی۔ میں جمعہ کی نماز پڑھنے اس مسجد میں گیا تو ایک نیم خواندہ مولوی صاحب اردو میں بے حد طویل خطبہ دے رہے تھے ان کا خطبہ گزرے ہوئے زمانوں کی عجیب و غریب داستانوں سے اٹا اٹ بھرا ہوا تھا کسی

کہانی پڑھنے کو جی چاہتا تھا کسی پر حیرت ہوتی تھی لیکن انہوں نے ایک داستان کچھ ایسے انداز سے سنائی کہ تھوڑی سی رقت طاری کر کے وہ سیدھی میرے دل میں اتر گئی۔ یہ قصہ ایک باپ اور بیٹی کی باہمی محبت و احترام کا تھا باپ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تھے اور بیٹی حضرت (سیدہ) بی بی فاطمہؓ تھیں مولوی صاحب بتا رہے تھے کہ حضور رسول کریم ﷺ جب اپنے صحابہ کرام کی کوئی درخواست یا فرمائش منظور نہ فرماتے تھے تو بڑے بڑے برگزیدہ صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) (حضرت سیدہ) بی بی فاطمہؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی منت کرتے تھے کہ وہ ان کی درخواست حضور ﷺ کی خدمت میں لے جائیں اور اسے منظور کروا لائیں حضور نبی کریم ﷺ کے دل میں بیٹی کا اتنا پیار اور احترام تھا کہ اکثر اوقات جب (حضرت سیدہ) بی بی فاطمہؓ ایسی کوئی درخواست یا فرمائش لے کر حاضر خدمت ہوتی تھیں تو حضور ﷺ خوش دلی سے اسے منظور فرما لیتے تھے اس کہانی کو قبول کرنے کے لئے میرا دل بے اختیار آمادہ ہو گیا۔

جمعہ کی نماز کے بعد میں اسی بوسیدہ سی مسجد میں بیٹھ کر نوافل پڑھتا رہا۔ کچھ نفل میں نے (حضرت سید) بی بی فاطمہؓ کی روح مبارک کو ایصال ثواب کی نیت سے پڑھے پھر میں نے پوری یکسوئی سے گڑگڑا کر یہ دعا مانگی۔

"یا اللہ میں نہیں جانتا کہ یہ داستان صحیح ہے یا غلط لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تیرے آخری رسول ﷺ کے دل میں اپنی بیٹی خاتون جنت کے لئے اس سے بھی زیادہ محبت اور عزت کا جذبہ موجزن ہو گا اس لئے میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ (سیدہ) حضرت بی بی فاطمہؓ کی روح طیبہ کو اجازت مرحمت فرمائیں کہ وہ میری ایک درخواست اپنے والد گرامی ﷺ کے حضور میں پیش کر کے منظور کروا لیں۔ درخواست یہ ہے کہ میں اللہ کی راہ کا متلاشی ہوں۔ سیدھے سادھے مروجہ راستوں پر چلنے کی سکت نہیں رکھتا اگر سلسلہ اویسیہ واقعی افسانہ نہیں بلکہ حقیقت ہے تو اللہ کی اجازت سے مجھے اس سلسلہ سے

استفادہ کرنے کی ترکیب اور توفیق عطا فرمائی جائے۔"

اس بات کا میں نے اپنے گھر میں یا باہر کسی سے ذکر تک نہ کیا چھ سات ہفتے گزر گئے اور میں اس واقع کو بھول بھال گیا پھر اچانک سات سمندر پار کی میری ایک جرمنی بھابی کا ایک عجیب خط موصول ہوا وہ مشرف بہ اسلام ہو چکی تھیں۔ اور نہایت اعلیٰ درجہ کی پابند صوم و صلوۃ تھیں انہوں نے لکھا تھا۔

"اگلی رات میں نے خوش قسمتی سے (حضرت سیدہ) فاطمہؓ بنت رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا انہوں نے میرے ساتھ نہایت تواضع اور شفقت سے باتیں کیں اور فرمایا کہ اپنے دیور قدرت اللہ شہاب کو بتا دو کہ میں نے اس کی درخواست اپنے برگزیدہ والد گرامی ﷺ کی خدمت میں پیش کر دی تھی انہوں نے ازراہ نوازش اسے منظور فرمالیا ہے۔"

یہ خط پڑھتے ہی میرے ہوش و حواس پر خوشی اور حیرت کی دیوانگی سی طاری ہو گئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا کہ یوں میرے قدم زمین پر نہیں پڑ رہے بلکہ ہوا میں چل رہے ہیں۔ یہ تصور کہ اس برگزیدہ محفل میں ان باپ بیٹی کے درمیان میرا ذکر ہو' میرے روئیں روئیں پر ایک تیز و تند نشے کی طرح چھا جاتا تھا کیسا عظیم باپ ﷺ اور کیسی عظیم بیٹیؓ دو تین دن میں اپنے کمرے میں بند ہو کر دیوانوں کی طرح اس مصرعہ کی مجسم صورت بنا بیٹھا رہا۔

۔ مجھ سے بہتر ذکر میرا ہے کہ اس محفل میں ہے

جناب قدرت اللہ شہاب نے اس کے بعد تصوف کے سلسلہ اویسیہ میں اپنی رہنمائی کا پورا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے جس سے ان کی دلی آرزو کی تکمیل اور سلسلہ اویسیہ کے حق ہونے کی دلیل بھی ملتی ہے۔

حضرت صوفی خورشید عالم خورشید رقم عہد حاضر کے نامور خطاط ہیں۔ بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ وہ گمنامی پسند کرنے والے درویش اور حساس طبع شاعر بھی ہیں انہوں نے قدرت اللہ شہاب مرحوم کا واقعہ سنا تو ان کے دل میں چھپی ہوئی بارگاہ

رسالت میں بار دیگر حاضری کی آرزو مچل اٹھی انہوں نے بھی سیدہ فاطمہؓ کی بارگاہ میں ہدیہ ثواب پیش کرنا شروع کر دیا اور اپنی منظوم درخواست بھی پیش کر دی یہاں چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

باغ جنت کی کلی زہرا بتولؓ
سب سے بہتر اور بھلی زہرا بتولؓ

لے کر آیا ہوں حضور مصطفیٰ ﷺ
سر بسر بے مائیگی زہرا بتولؓ

میری عرض حال پیش آنحضور ﷺ
کیجئے بہر علیؓ زہرا بتولؓ

بار دیگر ہو کرم کی اک نظر
ہے میری خواہش مری زہرا بتولؓ

اور پھر حضرت صوفی صاحب کی یہ خواہش اس شان سے پوری ہوئی کہ صوفی اپنے شیخ طریقت کی رفاقت میں حاضری سے فیض یاب ہوئے۔

سیدہ خاتون جنتؓ کے حضور امام اہل سنت بریلوی کا نذرانہ عقیدت

چودھویں صدی ہجری کے مجدد برحق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدہ خاتون جنت فاطمہ بتولؓ کے حضور اپنے مشہور زمانہ درود و سلام میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

اس بتول جگر پارہ مصطفیٰ
حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام

جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے

اس ردائے نزاہت پہ لاکھوں سلام

سیدہ' زاہرہ' طیبہ' طاہرہ
جان احمد کی راحت پہ لاکھوں سلام

مادراں را' اسوہ کامل بتولؓ

بے شک معاشرے کے موجودہ زوال اور انحطاط سے نجات کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ سیدہ خاتون جنتؓ کی تعلیمات کو عام کیا جائے جدت اور ثقافت کے نام پر قوم کو رواجوں کا شکار نہ ہونے دی جائے قوم کی بہو بیٹیاں پردے کی پابندی کو یقینی بنا کر خاتون جنتؓ کی خوشنودی حاصل کریں۔ اخبارات' ریڈیو اور ٹیلی ویژن عورت کو ذریعہ اشتہار نہ بنائیں تاکہ آنے والی نسلیں پاکستان کو صحیح معنوں میں نظام مصطفےٰ ﷺ کا گہوارہ بنانے میں حتمی اور کامیاب جدوجہد کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ اہل اسلام کو سیدہ فاطمہؓ کے علم و حلم' جود و سخا' عبادت اور حب رسول ﷺ سے وافر حصہ عطا کرے۔ آمین۔

ملکہ ملک سخاوت فاطمہؓ
منبع نور و ہدایت فاطمہؓ
مطلع چرخ کرامت فاطمہؓ
مرجع انوار و رحمت فاطمہؓ

آیئے سیدہ کی جناب میں بصد و عجز و انکسار عرض کریں۔

کن بریں الفاظ نادر اختتام
السلام اے بنت محمد ﷺ السلام

ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

ملکہ فردوس بریں ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا اسم گرامی ایک منفرد حیثیت کا حامل ہے۔ آپ پوری کائنات کی خواتین میں عصمت و عفت کی معراج پر فائز المرام ہیں آپ غمگسار نبی ﷺ ہیں' ہمراز رسالت ہیں۔ مصطفیٰ کریم ﷺ کی دعوت پر سب سے پہلے ایمان لائیں تاریخ اسلام میں سب سے پہلے نماز ادا کی۔ آپؓ ہی کو "خیر امت" قرار دیا گیا۔ سیدہ خدیجہ کو "فنا فی الرسول ﷺ" کا منصب ملا اپنا سب کچھ مصطفیٰ ﷺ پر نثار کر دیا اسلام کی ترویج و اشاعت میں بڑے سے بڑے مصائب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اپنا سارا مال اللہ اور رسول ﷺ کی راہ میں لٹا دیا۔ آپ کو 25 سال محبوب رب العالمین ﷺ کی زوجیت میں رہنے کا شرف نصیب ہوا اور ان 25 سالوں میں ایک لمحہ کے لئے بھی مصطفیٰ جان رحمت ﷺ کو ناراض نہ کیا۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ ایک مرتبہ جبریل امین حاضر ہوئے۔ بارگاہ رسالت میں اللہ کا سلام اور پیغام پیش کیا کہ خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کے ہاں آ رہی ہیں اور ان کے پاس ایک برتن میں کھانے کی کوئی چیز (سالن) ہے جب آپ ﷺ کے پاس پہنچ جائیں تو اپنے پروردگار اور میرا (جبریل امین) کا سلام پہنچا دیں اور یہ بشارت بھی ارشاد فرما دیں کہ جنت میں ان کے لئے موتی کا ایک خاص محل تیار کیا گیا ہے جس میں کوئی شور و غل یا رنج و الم نام کی کوئی شے نہیں۔ (یہ روایت مسلم و بخاری نے بھی نقل کی ہے) خدیجہ رضی اللہ عنہا وہ ہیں کہ جن کے احسانات پر خود محسن کائنات ﷺ شکر گزار ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کثرت سے ان کا ذکر فرماتے تھے۔ جب خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آتیں حضور ﷺ بے چین ہو جاتے ان کی نشانیاں دیکھتے تو امام الانبیاء کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔

غزوہ بدر کے موقع پر حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کے خاوند جناب ابوالعاص کو قیدی بنایا گیا تو دیگر لوگوں کی طرح ان کے فدیہ کا سامان بھی بارگاہ رسالت

میں پیش ہوا رحمت عالم ﷺ ملاحظہ فرماتے ہوئے رک گئے آپ کی نگاہیں اس ہار پر ٹھہر گئیں جو جناب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنی صاحبزادی زینب کو جہیز میں دیا تھا سرکار دو جہاں ﷺ پر رقت کی کیفیت طاری ہو گئی آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے اور آپ نے ارشاد فرمایا "اے میرے صحابہ! اگر آپ لوگ مناسب خیال کریں تو زینب رضی اللہ عنہا کے قیدی کو آزاد کر دیں اور اس کا مال اور یہ ہار بھی اس کو واپس کر دیں۔" چنانچہ ایسا ہی کیا گیا آپ رضی اللہ عنہا کی عظمت و رفعت مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ رحمت عالم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) دونوں جہانوں میں میری ساتھی ہیں انہی سے میری اولاد چلی خدیجہ (رضی اللہ عنہا) وہ ہیں جن کی مثل دنیا میں کوئی عورت پیدا ہی نہیں ہوئی اور دیگر ازواج مطہرات (امہات المومنین) جن پر رشک کرتی تھیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی ہمشیرہ ہالہ بنت خویلد آئیں رحمت عالم ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی حضور ﷺ انتہائی مسرور ہوئے اور دیر تک خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کا تذکرہ فرماتے رہے۔ انوار محمدیہ ﷺ میں آپ ہی کے حوالے سے مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ ایک خاتون حسانہ مزنیہ آئیں حضور اکرم ﷺ نے بڑی شفقت فرمائی خیریت دریافت فرمائی اور دیر تک باتیں فرماتے رہے جب وہ چلی گئی تو میں نے پوچھا کہ یہ بڑھیا کون تھی؟ آقائے دو جہاں ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی ایک سہیلی تھی اور اسے ان سے محبت تھی" ـــــ سبحان اللہ ـــ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ محبت رکھنے والی خاتون کی طرف بھی رسول اللہ ﷺ کس شان سے نظر رحمت فرماتے ہیں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ خدیجہ رضی اللہ عنہا پر رشک آیا اور میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا کہ آپ ہر وقت قریش کی بوڑھیوں میں سے ایک سرخ چہرے والی بڑھیا کا ذکر کرتے رہتے ہیں حالانکہ ان کے انتقال کو ایک مدت گزر گئی ہے۔ لجپال نبی ﷺ کا دریائے رحمت جوش

میں آیا اور ارشاد ہوا "خدیجہ رضی اللہ عنہا مجھ پر اس وقت ایمان لائیں جب لوگوں نے کفر کیا خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے میری تکذیب کی خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اس وقت مجھے مال خرچ کرنے کو دیا جب لوگوں نے مال کو روکے رکھا خدا نے خدیجہ رضی اللہ عنہا ہی کے بطن سے مجھے اولاد عطا کی کسی دوسری زوجہ کے بطن سے اولاد نہیں دی۔"

اشعۃ اللمعات جلد چہارم میں حضرت شیخ شاہ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عورتوں میں سب سے زیادہ خاتون جنت سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا افضل ہیں ان کے بعد سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا افضل ہیں ان کے بعد ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں۔ روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد میں جانور ذبح کر کے اس کا گوشت خود کاٹ کاٹ کر ان کی سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے۔ اس سے وفات پا جانے والوں کے دوست احباب اور تعلق داروں کو متوفی کی یاد میں منعقدہ تقریب میں بلانا اور ہدیہ پیش کرنا سنت مصطفیٰ ﷺ سے ثابت ہوا۔ اللہ کریم ملت اسلامیہ کو سنت مصطفیٰ ﷺ کے نور سے منور فرمائے اور مسلم خواتین کو ام المومنین سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے اسوۂ کریمہ پر چل کر زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

امام الوقت حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابوالحسن سرالدین سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ 155 ھ میں پیدا ہوئے' والد گرامی کا نام حضرت مغلس (رحمۃ اللہ علیہ) تھا' مقام ولادت بغداد شریف ہے۔ جنگل وغیرہ سے پھل جمع کر کے بازار میں سستے داموں فروخت کرنا آپ کا مشغلہ تھا۔ ایک روز اپنی دوکانداری میں مصروف تھے کہ ایک درویش ولی اللہ حضرت حبیب راعی (رحمۃ اللہ علیہ) کا گزر ہوا۔ آپ نے ان کی عزت و تکریم کی' اپنی دکان میں بٹھایا' ان کی خدمت بجا لائے اور پھر روٹی کے چند ٹکڑے انہیں پیش کیے کہ آپ انہیں فقراء میں تقسیم فرما دیں...... انہوں نے خوش ہو کر آپ کو دعا دی کہ اللہ تجھے نیکی کی توفیق دے۔ بس وہ دعا مستجاب ہوئی اور اسی دن سے آپ کے دل کی دنیا بدل گئی...... آپ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد رشید اور حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ اور جانشین تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے دسویں امام اور شیخ طریقت ہیں اور آپ کا شمار "تبع تابعین" میں ہوتا ہے.....

بغداد میں سب سے پہلے حقائق و معارف پھیلانے والے بزرگ آپ ہی ہیں۔ حضرت سید الطائفہ شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ' آپ کے مرید بھی تھے اور بھانجے بھی۔

حضرت شیخ جنید رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ...... میں نے اپنے شیخ طریقت (حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ) جیسا کامل کسی کو نہیں دیکھا...... مسالک السالکین میں حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول مرقوم ہے کہ میں حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ کسی سے سوال نہیں کرتا تھا کیونکہ میں ان کے زہد و تقویٰ سے واقف تھا اور میں یہ بھی خوب جانتا تھا کہ آپ

دوسروں کو عطا فرما کر خوش ہوتے ہیں......

عبادت الٰہی میں وقت گزارنا آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ ہر روز ایک ہزار رکعت نوافل ادا کرتے تھے۔ حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ 98 سال کی عمر تک میں نے آپ کو کبھی بھی رات بھر سوتے نہیں دیکھا' ہمیشہ عبادت الٰہی میں مصروف رہتے اور پھر ان کا وصال ہو گیا...... انتہا درجہ کے منکسر المزاج اور سخی تھے۔

آپ کے قول و فعل میں اس قدر مطابقت تھی کہ ایک مرتبہ "مسئلہ صبر" پر وعظ فرما رہے تھے کہ اسی اثناء میں ایک بچھو نے آپ کو ڈسنا شروع کر دیا...... اور مسلسل ڈستا رہا...... مگر آپ نے کمال صبر کا مظاہرہ فرماتے ہوئے مسئلہ صبر پر گفتگو جاری رکھی...... کسی نے دیکھا تو کہا کہ حضور...... پہلے اس بچھو کو مار دیجئے یا دور ہٹا دیجئے...... آپ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ جس موضوع پر تقریر کر رہا ہوں اس کے خلاف کام کروں' یعنی بچھو کے ڈسنے پر بے صبری کا مظاہرہ کرنا مجھے پسند نہیں...... اللہ اکبر...... حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ واقعہ عصر حاضر کے واعظین' علماء و مشائخ اور تمام دینی طبقہ کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی ہے۔ کاش آج کے مبلغین بھی اسلامی دنیا کے اس عظیم راہنما کے قول و کردار سے راہنمائی پائیں۔

تجارت آپ کا پیشہ تھا اور آپ نے کبھی بھی منافع کی شرح پانچ فی صد سے زیادہ نہ رکھی۔ ایک مرتبہ آپ نے بادام خریدا' منڈی میں دوسرے ہی روز بادام کے بھاؤ بڑھ گئے...... ایک دلال نے آپ سے بادام مانگا کہ لایئے' میں آپ کا مال فروخت کر دوں۔۔۔ آپ نے اس کی قیمت 63 دینار بتائی۔ وہ بھی نیک آدمی تھا' کہنے لگا جناب آپ کو علم نہیں اس وقت اس بادام کی منڈی میں قیمت 90 دینار ہے...... آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہ عہد کر رکھا ہے کہ پانچ فی صد سے زیادہ منافع نہیں کماؤں گا اور میں اپنی اس رائے کو کسی قیمت پر تبدیل نہیں کرنا چاہتا۔ اس پر دلال نے کہا کہ میں آپ کا مال اتنی کم قیمت پر فروخت نہیں کروں گا۔ چنانچہ وہ مال کافی عرصہ اسی طرح پڑا

رہا..... آپ کا تقویٰ اور محبت الٰہی اس قدر تھا کہ آپ کو خواب میں دیدار الٰہی کی عظیم دولت نصیب ہوئی.........

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، وقت وصال آپ کے پاس بیٹھے تھے اور عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وصیت ارشاد فرمائیے۔ حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی کہ ......
"......خلق کی صحبت کی وجہ سے حق تعالیٰ سے غافل نہ ہونا........"...... اور اس کلمہ کی ادائیگی پر آپ نے اپنی جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔
انا للّٰہ وانا الیہ راجعون...........

آپ کے وصال کے متعلق تاریخ میں اختلاف ہے بعض نے 3 رمضان المبارک اور اکثر نے 13 رمضان المبارک 253ھ (864ء) بروز منگل بیان کی ہے۔ آپ نے 98 سال عمر پائی اور بغداد شریف میں "شونیز" کے مقام پر آپ کا مزار مبارک بنا۔

اللہ تعالیٰ آپ کا فیضان تاقیامت جاری و ساری رکھے اور ہمیں اکتساب فیض کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امیر المومنین سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ

سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ہجرت کے تیسرے سال 15 رمضان المبارک کو مولا مشکل کشا سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کے گھر جلوہ گر ہوئے ـــــ رحمت کونین ﷺ کو خبر دی گئی ـــــ خوشی خوشی علیؓ کے گھر آئے ـــــ شہزادے کو اٹھایا ـــــ خود "نام" رکھا اور فرمایا کہ "حسن" جنتی نام ہے۔ پھر کھجور اپنے منہ میں چبائی اور حسن کو چٹائی ـــــ سبحان اللہ ! دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے ـــــ "ـــــ اے اللہ ـــــ میں اپنے اس نور نظر (حسن) کو اور اس کی ذریت کو تیری پناہ میں دیتا ہوں شیطان الرجیم سے ـــــ "ـــــ تقی، سبط، ولی، سید اور زکی آپ کے القابات ہیں۔ ابو محمد کنیت ہے۔ رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسنؓ و حسینؓ میرے دو پھول ہیں اور دونوں جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں ـــــ امام بخاری کا قول ہے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر صورت کے اعتبار سے کوئی حضور ﷺ سے مشابہ نہیں تھا۔ اور امام حسن رضی اللہ عنہ ہی سب سے زیادہ حضور ﷺ کے پیارے تھے ـــــ مسلم و بخاری میں حضرت براء رضی اللہ عنہ اور ترمذی شریف میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے دعا فرمائی کہ ـــــ اے اللہ! میں حسن رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت فرما اور جو حسن رضی اللہ عنہ کو محبوب رکھے تو بھی اس کو محبوب رکھ ـــــ ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ کسی نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں سوال کیا ـــــ یا رسول اللہ ﷺ ! آپ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ ـــــ تو حضور ﷺ نے فرمایا حسن اور حسین (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین)

ابن عباس ؓ کی مشہور روایت ہے کہ ھادی کائنات ﷺ حضرت امام حسن ؓ کو اپنے کندھے پر اٹھائے نکلے تو کسی نے کہا کہ شہزادے کیا خوب سواری ہے۔ حضور ﷺ نے برجستہ فرمایا بے شک سواری بھی خوب ہے لیکن سوار بھی تو بہت اچھا ہے۔ ابن سعد نے حضرت ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن ؓ سے روایت کیا کہ امام حسن مجتبیٰ ؓ کا بچپن تھا۔ حضور انور ﷺ حضرت حسن ؓ کے سامنے اپنی زبان نکالتے اور حضرت حسن ؓ زبان کی سرخی دیکھ کر بہت ہنستے اور خوش ہوتے تھے ____ امیرالمومنین حضرت ابوبکر صدیق ؓ اور امیرالمومنین حضرت علی شیر خدا ؓ مسجد نبوی سے نماز عصر پڑھ کر نکلے تو راستے میں امام حسن ؓ کو کھیلتے دیکھا ____ صدیق اکبر ؓ نے بڑھ کر امام حسن کو اٹھا لیا ____ پیار کیا ____ اور کندھے پر بٹھا کر کہنے لگے کہ ____ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ تو علی ؓ کی نسبت پیارے نبی ﷺ سے زیادہ مشابہ ہو" ____ یہ سن کر حیدر کرار ؓ نے تبسم فرمایا ____ روایات میں ہے کہ امام حسن مجتبیٰ ؓ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اسی دوران ایک شخص کھڑا ہو گیا اس کا تعلق ازدشنوہ قبیلہ سے تھا۔ اس نے کہا کہ ____ میں گواہی دیتا ہوں کہ ایک مرتبہ حضور رحمت عالم ﷺ نے امام حسن ؓ کو گود میں لیا اور ارشاد فرمایا کہ ____ جو مجھے محبوب رکھے وہ حسن سے بھی محبت رکھے ____ اور جو حاضر ہیں وہ سن لیں اور جو غائب ہیں ان تک یہ بات پہنچا دو ____ پھر اس شخص نے مزید کہا کہ ____ " ____ اگر مجھے حضور ﷺ کی عزت مقصود نہ ہوتی تو میں کبھی یہ بات نہ کرتا ____ " ____ امام حسن مجتبیٰ ؓ بڑے سخی تھے انہوں نے کئی مرتبہ ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ درہم عطا فرما دیئے ____ اندھیری راتوں میں مدینہ طیبہ کی گلیوں کا گشت فرماتے اور درہم و دینار کی پوٹلیاں باندھ کر حاجت مندوں کے گھروں میں چپکے سے پھینک دیتے ____ آپ نے دیکھا ایک شخص دعا مانگ رہا تھا اے اللہ مجھے دس ہزار درہم دے دے' آپ گھر آئے اور دس ہزار درہم اس کو اسی وقت بھجوا دیئے۔ آپ کی سخاوت کا

ایک بے مثال واقعہ ہے کہ ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنی تنگدستی کا حال بیان کر کے امداد کی اپیل کی ــــــ آپ نے اپنے منشی کو بلوایا اور فرمایا کہ حسابات لاؤ ــــــ میرے اس وقت کتنے پیسے ہیں وہ پچاس ہزار درہم بنے آپ نے پوچھا کہ میرے فلاں پانچ سو سرخ درہم کہاں ہیں اس نے کہا وہ بھی موجود ہیں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے وہ بھی طلب فرمائے اور کل پونجی اکٹھی کر کے اس سائل کے حوالے کر دی اور عذر پیش فرماتے ہوئے فرمایا کہ اس وقت یہی موجود ہے تم فی الحال اسی سے کام چلاؤ اور میری تقصیر کو درگزر کرنا ــــــ سبحان اللہ ــــــ یہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی سخاوت کی ایک مثال ہے۔ آپ نے دو مرتبہ مختلف اوقات میں اپنے گھر کا سارا سامان اور تین مرتبہ نصف نصف سامان راہ خدا میں لٹا دیا ــــــ آپ کا اکثر وقت عبادت الٰہی میں گزرتا تھا۔ سجی سجائی سواریاں موجود ہوتے ہوئے آپ نے 25 مرتبہ پیدل حج کیا ــــــ آپ کی گفتگو بہت پر تاثیر ہوا کرتی تھی ــــــ بردباری آپکا طریقہ تھا ــــــ درگزر کرنا انہیں ورثہ میں ملا تھا ــــــ آپ نہایت باوقار انداز میں گفتگو فرماتے ــــــ حتیٰ کہ مروان نے آپ کے ساتھ کئی مرتبہ بدتمیزی کا مظاہرہ کیا ــــــ گالیاں بکیں ــــــ بے ادبی کا ارتکاب کیا ــــــ اور بکواسات پر مشتمل پیغامات بھجواتا رہا مگر آپ نے ہمیشہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا ــــــ اس سیاہ بخت نے امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں رونا شروع کر دیا ــــــ امام حسین رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو پوچھا کہ جب حسن رضی اللہ عنہ زندہ تھے تو اس وقت تو ان کو تنگ کرتا تھا مگر اب روتا ہے اس نے کہا کہ خدا کی قسم حسن رضی اللہ عنہ پہاڑ سے بھی زیادہ بردبار اور حوصلہ مند تھے۔

ے مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

مولا علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد سات ماہ تک آپ خلیفہ رہے۔ جعدہ کے ذریعے آپ کو زہر دیا گیا مگر آپ نے زہر دینے والے کو ظاہر نہ فرمایا ــــــ ان

حسین ؓ نے ہرچند کوشش کی مگر آپ نے فرمایا کہ جس پر میرا گمان ہے اگر اس نے مجھے زہر دیا ہے تو اللہ تعالیٰ کا انتقام بہت قوی ہے اور اگر اس نے نہیں دیا تو میں کسی کو ناحق قتل نہیں کروانا چاہتا ____ 5 ربیع الاول 50 ھ کو آپ نے 47 ؓ کی عمر میں اس زہر کے اثر سے شہادت پائی اور جنت البقیع میں حضرت سیدہ فاطمہ الزہراؓ کے پہلو میں آپ کا مدفن بنا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی ؒ آپ کی بارگاہ میں یوں گلہائے عقیدت پیش فرماتے ہیں ۔

وہ حسن مجتبیٰ' سید الاسخیاء
راکب دوش عزت پہ لاکھوں سلام

اوج مہر ھدیٰ' موج بحر ندیٰ
روح روح سخاوت پہ لاکھوں سلام

شہد خوار لعاب زبان نبی
چاشنی گیر عصمت پہ لاکھوں سلام

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

امیر المومنین حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی صاحبزادی عائشہؓ کو حضور اکرم ﷺ کے عقد مبارک میں آنے کا شرف حاصل ہوا اور وہ صبح قیامت تک آنے والے اہل ایمان کی ماں (ام المومنین) بن گئیں۔ آپ کا نام عائشہ' لقب حمیرا' صدیقہ اور کنیت ام عبد اللہ ہے۔ اور آپ کی یہ کنیت خود رسول کریم ﷺ نے تجویز فرمائی۔ یہ حضور اکرم ﷺ کی دوسری مقدس بیوی ہیں۔ اعلان نبوت سے چار سال بعد ولادت ہوئی۔ چھ سال کی عمر میں حضور ﷺ سے عقد نکاح ہوا اور نو سال کی عمر میں رخصتی ہوئی ___ یہ پیدائشی مسلمان تھیں حد درجہ متقی' عبادت گزار' مہمان نواز' غریب پرور اور فیاض طبیعت کی مالک تھیں ___ اس قدر سخی تھیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے ایک لاکھ درہم ہدیہ کیا۔ آپ نے اسی وقت اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ ادھر شام ہوئی اور ادھر درہم بھی ختم ہو گئے۔ جب فارغ ہوئیں تو خادمہ نے عرض کیا کہ ___ اے ام المومنین ! آپ حالت روزہ میں تھیں کیا ہی اچھا ہوتا کہ اسی رقم میں سے شام افطاری کے لئے آپ گوشت ہی منگوا لیتیں ___ اس پر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے جواب دیا ___ تم نے یاد دلا دیا ہوتا ___ اللہ اکبر ___ اس قدر انہماک کی کیفیت اور خدمت خلق کا جذبہ کہ اپنے معاملات اور مسائل کا خیال ہی نہ گزرتا تھا ___ آپؓ کی سخاوت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ نے 67 غلام خرید کر آزاد فرمائے اور اس پر اکثر مورخین کا اتفاق ہے۔ آپ کا اکثر وقت عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا۔ دشمنوں کو معاف کر دینا اور مخالفین سے درگزر فرمانا ام المومنین کا معمول تھا ___ وہ فصاحت و بلاغت اور حسن بیان کا بحر بیکراں تھیں ___ شعر و ادب

سے ان کی دلچسپی بہت گہری تھی اعلیٰ درجہ کی سخن شناس تھیں ان کے علمی مقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ بڑے بڑے مقتدر صحابہ کرامؓ ان کے شاگرد ہیں اور ان سے مسائل دینیہ میں راہنمائی لیتے تھے ____ انہوں نے ساری زندگی انتہائی خلوص اور محبت کے ساتھ حضور رسول رحمت ﷺ کی خدمت سرانجام دی۔ ان کا فتویٰ چلتا تھا۔ آپ نے دو ہزار دو سو دس احادیث' مبارکہ روایت کی ہیں۔ جو ریکارڈ پر موجود ہیں۔ (ان میں سے 174 احادیث پر شیخین کا اتفاق ہے) حضرت عائشہ صدیقہؓ کو تاریخ عرب پر بھی عبور حاصل تھا۔ انہوں نے زندگی کا لمحہ لمحہ اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی خدمت کے لئے وقف کر دیا تھا ____ ان کی سادگی' دلیری' قناعت اور جذبہ ایثار پر صحابہ کرام اور صحابیات رشک کیا کرتے تھے۔ وہ مجاہدہ اسلام تھیں غزوہ احد میں انہوں نے عملاً" حصہ لیا۔ میدان جنگ میں جا کر ام سلیم کے ساتھ مل کر دوڑ دوڑ کر زخمیوں کو پانی پلاتیں رہیں۔ آپ کی عصمت وطہارت اور بزرگی پر قرآن حکیم شاہد ہے۔ جب رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی نے صدیقہ کائناتؓ کی عصمت وبزرگی کے خلاف زبان طعن دراز کی تو اس وقت سورۃ نور میں ارشاد الٰہی ہوا ____ "کیوں نہ ہوا جب تم نے سنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔ اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے۔ تو جب وہ گواہ نہ لائے تو وہی اللہ کے نزدیک جھوٹے ہیں۔ اور اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر دنیا اور آخرت میں نہ ہوتی تو جس چرچے میں تم پڑے اس پر تمہیں بڑا عذاب پہونچتا۔ جب تم ایسی بات اپنی زبانوں پر ایک دوسرے سے سن کر لاتے تھے اور اپنے منہ سے وہ نکالتے تھے جس کا تمہیں علم نہیں اور اسے سہل سمجھتے تھے اور اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات ہے" ____ (ترجمہ کنز الایمان' 12 تا 15) صاحب تفسیر خزائن العرفان صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی اس آیت مبارکہ کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہؓ پر بہتان لگانے والوں کو

بحکم رسول کریم ﷺ حد قائم کی گئی اور اسی اسی کوڑے لگائے گئے۔ سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر 32، اور سورہ النساء کی آیت نمبر 43 بھی ام المومنین عائشہؓ کی شان میں نازل ہوئیں۔ ام المومنینؓ کسی کا احسان قبول نہ فرماتیں۔ انتہا درجہ خود دار خاتون تھیں۔ کسی کی غیبت کو ہرگز پسند نہ فرماتی تھیں۔ خوشامد سے دور تھیں جبکہ دوسروں کی خوبیوں کا کھل کر اعتراف اور اظہار فرماتی تھیں شجاعت و بہادری میں اپنے زمانے کی خواتین میں آپ سب سے نمایاں تھیں۔ اکثر روزے رکھتی تھیں اور حج ہمیشہ کرتی تھیں۔ سنت نبوی ﷺ کی پیروی میں باقاعدگی سے تہجد ادا فرماتیں۔

ان کی محبت رسول ﷺ اور فصاحت و بلاغت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب حضور ﷺ کی اس کیفیت کا اظہار فرمانے لگیں کہ سرکار دو جہان ﷺ کے چہرہ انور سے پسینہ مبارک کے قطرات گر رہے تھے۔ فرمانے لگیں کہ ـــــــــ

"حضور ﷺ کی پیشانی پر موتی ڈھلکتے تھے ـــــــ اور وحی کا نزول ہوتا تھا"

ـــــــ وحی ہی کے بارے میں فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ جو خواب بھی دیکھتے تھے وہ سپیدہ سحر کی طرح نمودار ہو جاتا تھا۔" مورخین کا خیال ہے کہ امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰؓ اور امیر المومنین سیدنا فاروق اعظمؓ کے بعد اگر خطابت میں کسی کا مقام ہے تو وہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ ہیں ـــــ ان کا علمی پایہ اتنا مضبوط تھا کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کہتے ہیں کہ ـــــــ جب ہمیں کوئی مشکل درپیش آتی تو ہم حضرت عائشہؓ سے پوچھتے تھے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم نے ان سے کوئی مسئلہ پوچھا ہو اور ہمیں ان سے کچھ معلومات نہ ملی ہوں ـــــــ

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ عالم تھیں اسی لئے بڑے بڑے اکابر صحابہ کرامؓ ان سے پوچھا کرتے تھے۔

حضور محبوب رب العالمین ﷺ ان سے محبت فرماتے تھے۔ آپ نے حیات طیبہ کے آخری ایام بھی انہی کے حجرہ مبارک میں گزارے۔ وقت وصال انہی کی گود مبارک میں مالک کونین ﷺ نے سر انور رکھا ہوا تھا اور آج آپ کا مزار مبارک بھی حجرہ عائشہ

ہی میں ہے۔ سیدہ ام المومنینؓ بڑے فخر کے ساتھ تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا کرتی تھیں کہ میں حضور ﷺ کے صدیقؓ کی بیٹی ہوں۔ وقت وصال حضور اکرم ﷺ کا سر مبارک میری گود میں تھا حضور ﷺ میرے ہی گھر میں دفن ہوئے۔ میری برات میں قرآنی آیات کا نزول ہوا۔ اور میرے بستر میں بھی حضور ﷺ پر وحی آیا کرتی تھی"
_____ یہ بات امام طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں رقم کی ہے۔ حضرت عائشہؓ کی فضیلت میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ _____ عائشہؓ کو عورتوں پر ایسی فضیلت حاصل ہے۔ جیسے ثرید کو عام کھانوں پر حاصل ہے _____ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "اگر ام المومنین عائشہؓ کے دیگر فضائل نہ بھی تو ہوں تو یہی کافی ہے کہ سورہ نور میں رب کریم نے ان کی شان میں 17 آیات مبارکہ نازل فرمائیں۔" امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر تمام امہات المومنین اور سارے مردوں کا علم اکٹھا کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم ان کے مجموعی علم سے بھی زیادہ ہو گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بغیر کوئی ایسا صحابی یا صحابیہ نہیں۔ جس نے سیدہ عائشہؓ جتنی روایات نقل کی ہوں۔

آپ جذبہ ایثار سے سرشار تھیں جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو آپ نے شہادت سے پہلے ام المومنین کو پیغام بھیجا کہ مجھے حضور اکرم ﷺ کے پہلو میں دفن کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے ___ سیدہ نے کمال ایثار کا مظاہرہ فرمایا ___ ارشاد فرمایا _______ "یہ جگہ میں نے اپنی تدفین کے لئے رکھی ہوئی تھی لیکن عمر رضی اللہ عنہ کی خاطر آج میں اس سے دستبردار ہوتی ہوں"
_______ آپ کا انتقال 17 رمضان المبارک 58 ھ کو ہوا اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ ان کی زندگی مسلمان عورتوں کے لئے مینار نور ہے۔ رب کریم ملت اسلامیہ کی خواتین کو ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین

وہ گنجورِ معارف جس کے اک اک حرف میں پنہاں
نکاتِ فلسفی اسرارِ نفسی رازِ عمرانی

مظہر العجائب، امام زمن، شاہ خیبر شکن

امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

اسم گرامی علی، لقب مرتضیٰ، اسد اللہ اور حیدر ہیں جبکہ کنیتیں ابوتراب، ابوالحسن اور ابوالحسین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کے والد بزگوار کا نام ابو طالب جو بنو ہاشم کے نامور سردار اور سرور کائنات ﷺ کے چچا تھے والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ہے۔
جب حضرت فاطمہ بنت اسد نے رحلت فرمائی تو خود امام الانبیاء ﷺ نے اپنی قمیض اتار کر انہیں اس کا کفن دیا اور قبر میں خود لیٹ کر اس کو برکت عطا کی۔ حضرت سہل بن سعد کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی کنیت "ابوتراب" بہت پسند تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ بارگاہ رسالت ﷺ کی خاص عنایت تھی۔ ایک دن کسی وجہ سے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شکر رنجی کے سبب حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں لیٹ گئے اور آپ رضی اللہ عنہ کے وجود مسعود پر مٹی لگ گئی۔ رحمت عالم ﷺ تشریف لائے اور خود اپنے نورانی ہاتھوں سے مٹی جھاڑتے اور فرماتے اٹھو، اٹھو! ابو تراب اٹھو، اٹھو ابو تراب اٹھو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں 13 رجب المرجب کو ہجرت سے دس سال قبل کعبۃ اللہ کے اندر پیدا ہوئے۔ حضور رحمت عالم ﷺ کے آنے سے پہلے آنکھیں تک نہ کھولیں جب آنکھ کھولی تو چہرہ مصطفیٰ ﷺ سامنے تھا۔ سوموار کے روز حضور رحمت عالم ﷺ نے اعلان نبوت کیا اور منگل کے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خدا کی وحدانیت اور مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کی گواہی دے دی۔ بچوں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے۔
ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بچپن میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کی پرورش خود رسالت ماٰب ﷺ نے فرمائی۔ جنگ احد میں آپ رضی اللہ عنہ کو سولہ زخم آئے، کئی مرتبہ غزوات میں حضور ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو پرچم عطا فرمایا، غزوہ تبوک کے علاوہ آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے اور تبوک میں بھی اس لئے نہ گئے کیونکہ انہیں حضور ﷺ نے اپنا نائب بنا کر مدینہ منورہ میں چھوڑا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جذبہ جہاد نے مجبور کیا تو بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، رو کر عرض کی کہ

آقا ﷺ! آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جا رہے ہیں۔ فرمایا کہ اے علی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں تمہیں اس طرح چھوڑے جا رہا ہوں جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون ہارون علیہ السلام کو چھوڑ گئے تھے لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی شب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ نے اپنے بستر پر لٹایا۔ آپ رضی اللہ عنہ بڑے جری، انتہائی شجاع، اور بلا کے بہادر تھے۔ صاحب زادہ رفعت سلطان قادری نے خوب کہا کہ۔

ہمت و جرات مردانہ کا پیکر حیدر
نام بھی جس کا ہے دنیا میں آگیں

جنگ خیبر کے موقع پر رحمت عالم ﷺ نے اہتمام کے ساتھ پرچم اسلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں دے کر کامیابی و کامرانی کی پیش گوئی فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے شجاعت کے وہ جوہر دکھائے کہ جس کی مثال ملنا محال ہے۔ باب خیبر جسے بعد میں 40 صحابہ کرام مل کر گھسیٹ کر دوسری جگہ منتقل کرتے تھے، مولا علی رضی اللہ عنہ نے فتح کے وقت اس کو اکیلے پکڑ کر دور پھینکا، سخی ایسے تھے کہ کوئی سوالی کبھی دروازے سے خالی نہ لوٹا جو آیا امید سے زیادہ دامن بھر کر گیا۔

منبع جود و سخا، پیکر تسلیم و رضا
مرکز مہر و وفا شرع محمد ﷺ کا امیں
اس کے در سے تہی دامن کوئی کیسے آئے۔
اس کے سر پر تو سخاوت کا ہے تاج زریں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے حضور ﷺ نے یمن کی طرف بھیجنا چاہا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے زیادہ تجربہ نہیں شاید میں معاملے طے نہیں کر سکوں گا، یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس آ پھر حضور ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، الٰہی اس کے سینے کو روشن کر دے اور زبان کو استقلال مرحمت

فرما دیجئے۔ اس کے بعد مجھے معاملات طے کرنے میں کبھی دشواری پیش نہیں آئی۔ پھر وہ مرتبہ پایا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے تھے۔ یہ بھی روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس وقت سے پناہ مانگتے تھے جب کوئی معاملہ پیش آ جائے اور علی رضی اللہ عنہ موجود نہ ہوں۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا خبردار ......" علی کی شکایت ہرگز نہ کرنا وہ خدا کے معاملات میں بڑے سخت ہیں......" ...... حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جو کہہ سکے کہ جو چاہو مجھ سے پوچھو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھے بتایا کہ ......" مومن تجھ سے محبت رکھے گا اور منافق بغض رکھے گا......" ...... حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم منافق کو علی رضی اللہ عنہ کے بغض سے پہچان لیتے ہیں۔ مواخات مدینہ کے وقت جب حضور ﷺ نے تمام صحابہ کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا۔ یعنی مہاجرین اور انصار صحابہ میں بھائی چارہ قائم فرمایا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ رو پڑے کہ میرے آقا و مولا ﷺ! آپ نے مجھے کسی کا بھائی نہیں بنایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اے علی رضی اللہ عنہ! تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی ایک روایت امام ترمذی نے نقل فرمائی ہے' سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ "جس کا میں محبوب ہوں اس کا علی محبوب ہے" ایک مرتبہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ مجھے چار آدمیوں سے محبت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور خبر دی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔ ان چار آدمیوں میں علی' ابوذر' مقداد اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق کے ساتھ علی ہے اور علی کے ساتھ حق ہے۔ آپ ﷺ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ علی قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ......" مختلف لوگ مختلف درختوں کی شاخیں ہیں

لیکن میں اور علی ایک ہی درخت سے ہیں۔..........”

طبرانی میں مختلف صحابہ کی روایت موجود ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ الٰہی جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی سے بغض رکھے تو بھی اس سے نفرت فرما۔ حضرت علی ؓ پر خارجیوں میں سے ایک خارجی عبدالرحمان ابن ملجم المرادی نے 18 رمضان المبارک کو صبح کی نماز کے وقت کوفہ کی جامع مسجد میں حملہ کیا اور شدید زخمی کر دیا آپ نے شب یک شنبہ 21 رمضان المبارک کو شہادت پائی کسی نے خوب کہا کہ ۔

کسے را میسر نہ ایں شد سعادت
بہ کعبہ ولادت بہ مسجد شہادت

صاحب زادہ رفعت سلطان قادری نے کیا خوب کہا۔

ظلمت نشاں ہے دہر، تو ہے روشنی علی
لرزاں ہے جس سے موت بھی، وہ زندگی علی

گل چمنستان رسالت حضرت سیدنا امام علی رضا علیہ السلام

حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے 11 ربیع الاول 153ھ (770ء) کو ایک عظیم فرزند عطا فرمایا' جس کا اسم گرامی علی رکھا گیا۔ آپ کی کنیتیں ابو محمد' سامی اور ابوالحسین ہیں جبکہ صابر' ضامن' مرتضیٰ' ذکی' ولی اور رضا القاب ہیں۔ آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی (یہ ابو جعفر منصور عباسی کا عہد تھا) آپ نہایت متقی' پرہیز گار' ذہین' اعلیٰ درجہ کے عالم اور صاحب فہم شخصیت کے مالک تھے۔ خلیفہ مامون الرشید جیسے لوگ آپ سے کسب فیض کرتے تھے۔ آپ سائلوں کے سوالات کا جواب قرآن مجید کی آیات مبارکہ اور تعلیمات سے ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے عہد میں آپ کی عجز و انکساری کا شہرہ تھا۔ گرمیوں میں ایک عام چٹائی پر بیٹھ جاتے اور موسم سرما میں اپنی چادر یا کمبل وغیرہ بچھا لیا کرتے تھے۔

آپ عبادت گزار اور کمال درجہ سخی تھے۔ نفلی روزے رکھنا آپ کا معمول تھا' بہت کم سونا اور بہت کم کھانا آپ کو پسند تھا۔ دوسروں کی خدمت کر کے آپ کو خوشی ہوتی تھی۔ آپ کے تقویٰ و طہارت' عفت و پاکبازی' علم و فضل اور قدر و منزلت سے متاثر ہو کر خلیفہ مامون الرشید نے آپ سے اپنی بیٹی ام حبیب کا نکاح کر دیا۔ حالانکہ بنو عباس کو یہ بات گوارا نہ تھی علامہ ابن حجر تاریخ نیشاپور کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ جب امام علی رضا رضی اللہ عنہ نیشاپور تشریف لائے تو کثیر تعداد میں مخلوق خدا زیارت و ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوئی اور خلقت کی کثرت کے سبب زائرین کا گزرنا مشکل ہو گیا۔ امام ایک سواری پر تھے اور اردگرد انسانوں کا جھرمٹ تھا۔ ایسے میں دو حافظان حدیث پاک محمد بن اسلم طوسی اور ابوزرعہ رازی حاضر خدمت ہوئے آپ کی سواری کی لگام تھامی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ حضور اپنے جمال کریمانہ سے حاضرین کو مشرف فرمایئے اور اپنے اجداد میں سے کسی کی روایت کردہ حدیث پاک بھی سنا دیجئے۔ آپ نے حدیث پاک بیان فرمائی.......

حدثنی ابو موسیٰ الکاظم عن ابیہ جعفر صادق عن ابیہ محمد الباقر عن ابیہ علی زین العابدین عن ابیہ شہید کربلا عن ابیہ علی المرتضیٰ قال حدثنی حبیبی وقرۃ عینی رسول اللہ ﷺ قال حدثنی جبریل علیہ السلام قال حدثنی رب العزۃ سبحانہ و تعالیٰ قال کلمہ لا الہ الا اللہ حصنی فمن قالھا دخل حصنی ومن دخل حصنی امن من عذابی..........

(ترجمہ)..... مجھ سے میرے والد گرامی حضرت امام موسیٰ کاظم نے' ان سے ان کے پدر بزرگوار حضرت امام علی زین العابدین نے' ان سے ان کے والد محترم حضرت امام حسین شہید کربلا نے ان سے ان کے والد شفیق حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا......... کہ مجھے میرے حبیب اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک و راحت حبیب خدا جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا......... کہ مجھے آگاہ کیا حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے کہ .... اللہ سبحانہ و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ (ﷺ)......... میرا قلعہ ہے۔ پس جس نے یہ کلمہ پڑھا......... وہ میرے قلعہ میں داخل ہو گیا...... اور جو میرے قلعہ میں داخل ہو گیا......... وہ میرے عذاب سے بے خوف ہو گیا.........''......

اس کے بعد آپ روانہ ہو گئے۔ اس وقت اجتماع کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ یہ حدیث پاک سن کر لکھنے والوں کی تعداد بیس ہزار کے لگ بھگ تھی اور ان میں اکثر محدثین کرام تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اسی حدیث پاک کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ''اگر یہ حدیث پاک انہی اسناد کے ساتھ دیوانے' پاگل اور مجنون شخص پر پھونک دی جائے تو اس کا پاگل پن ختم ہو جائے گا۔'' امام احمد بن حنبل کے اصل الفاظ یہ ہیں......... لو قری ھذا الاسناد علی مجنون لافاق من جنونہ.........

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ بہت بڑے مبلغ اسلام تھے۔ آپ کی تبلیغی جدوجہد سے بے شمار لوگوں کو اسلام کا نور نصیب ہوا۔ حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم صوفی بھی

آپ ہی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آپ کی بے شمار کرامات مشہور ہیں۔ آپ کی اولاد میں ایک بیٹی اور پانچ بیٹے تھے۔ آپ کے صاحبزادوں کے اسمائے گرامی ابن خشاب نے "کتاب موالوالید اہلبیت" میں محمد جواد' حسن' جعفر' ابراہیم اور حسین لکھے ہیں اور آپ کی صاحبزادی کا اسم گرامی "عائشہ" تھا۔ (رضی اللہ عنہم اجمعین)

آپ نے حضرت امام تقی' حضرت معروف کرخی اور حضرت میر ابوالقاسم مکی (رضی اللہ عنہم) کو خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا۔ آپ کو انگور میں زہر ملا کر کھلایا گیا جس سے جمعۃ المبارک کے روز 21 رمضان المبارک 208ھ (842ء) کو آپ نے شہادت پائی۔ وقت وصال آپ کی عمر 55 سال تھی۔ آپ کا مزار پر انوار عراق میں بغداد شریف کے نواح میں طوس کے علاقہ میں واقع ہے۔ اس جگہ کو "سنایا" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اور موجودہ نام "مشہد مقدس" ہے۔ حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ تصوف کے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے آٹھویں شیخ طریقت اور امام ہیں۔ اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خاں قادری محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے حوالے سے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں یوں ملتجی ہیں۔ ؎

صدق صادق کا تصدق' صادق الاسلام کر
بے غضب راضی ہو' کاظم اور رضا کے واسطے

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

عید الفطر ○ تقدس اور تقاضے

اسوہ نبوی میں زندگی کے تمام شعبوں کے لئے راہنمائی موجود ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جب عید الفطر کی رات آتی ہے تو فرشتے آپس میں خوشی کا اظہار کرتے ہیں اور رب کریم اپنے خاص انوار و تجلیات کا ظہور فرما کر فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ اے فرشتو! اس مزدور کا کیا بدلہ ہے؟ جس نے کام پورا پورا کر لیا ہو۔ فرشتے جواب میں عرض کرتے ہیں کہ لے اللہ اس کو پورا پورا اجرو ثواب (اجرت) دیا جانا چاہئے۔ اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ تم گواہ ہو جاؤ میں نے ان سب کو بخش دیا جن لوگوں نے ماہ رمضان المبارک کا احترام کیا۔ دن کو روزے رکھے اور رات کو قیام کیا" دوسری روایت میں ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے (عید الفطر کے دن) کہ دیکھو میرے بندوں اور بندیوں نے اپنا فرض ادا کیا ہے اور اب وہ (نماز عید پڑھنے) بڑے عجز و انکسار کے ساتھ مجھ سے دعا مانگنے کے لئے باہر نکلے ہیں۔ مجھے اپنی عزت و عظمت' جلالت و کرامت اور رفعت و سلطنت کی قسم میں ان کی دعاؤں کو ضرور شرف قبولیت عطا کروں گا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے ارشاد فرماتا ہے کہ...... اے میرے بندو! اب تم گھروں کو لوٹ جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا ہے اور تمہارے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دیا ہے...... سرکار دو جہان ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ پھر وہ (لوگ) گناہوں سے پاک ہو کر گھروں کو آتے ہیں۔

سبحان اللہ! معلوم ہوا کہ یوم عید دراصل اللہ رب العزت سے انعام حاصل کرنے کا یوم سعید ہے اس روز اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر خوش ہو کر انعام و اکرام فرماتا ہے۔ سرکار دو جہان ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جو شخص عیدین (عید الفطر اور عید الاضحیٰ) کی راتوں میں قیام کرے گا اس کا دل اس دن بھی نہیں مرے گا جب لوگوں کے دل مر جائیں گے" اس کے علاوہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ "جو شخص پانچ راتوں میں عبادت کرے یعنی شب بیداری کرے اللہ تعالیٰ اس پر جنت واجب فرما دیتا ہے۔

(وہ پانچ راتیں یہ ہیں)

1- ذوالحجہ کی آٹھویں رات۔

2- ذوالحجہ کی نویں رات۔

3- ذوالحجہ کی دسویں رات۔

4- عیدالفطر کی رات۔

5- شعبان کی پندرہویں رات (شب برات)

آیئے غور کریں آج ہم اسوہ نبوی سے کتنا دور جا چکے ہیں۔ ہماری عید اور اسلامی عید میں کتنا فرق ہے؟ پھر عید منانے سے پہلے ہمیں اپنے رحیم و کریم آقا ﷺ کے اسوہ مبارک سے راہنمائی لینا چاہیے۔ آج بد قسمتی سے ہماری عید عیاشی کا پیغام لاتی ہیں اور ہم نے عید سعید کے مقدس تہوار کو عملاً "یوم وعید" بنا دیا ہے جس سے اجتناب از حد ضروری ہے۔

مرشد کائنات ﷺ نماز عید کے لئے کاشانہ نبوت سے نکلے' عید گاہ کی طرف روانہ ہوئے' کیا دیکھتے ہیں؟ ایک بچہ میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ایک دیوار کے سہارے کھڑا رو رہا ہے۔ ساری زندگی اپنی گنہ گار امت کے غم میں رونے والے رحیم و کریم نبی (ﷺ) اسے روتا دیکھ کر تڑپ تڑپ جاتے ہیں اور اس رونے والے کے سر پر اپنا دست رحمت رکھ کر رونے کا سبب پوچھتے ہیں...... اب کیا تھا؟ ......جو بچہ غم کی عملی تصویر بن چکا تھا اس نے سر اٹھایا اور پھر کہنے لگا میرے غم کو مٹانے والے میرے غمگسار آقا ﷺ! جس کا کوئی نہ ہو' وہ رویا ہی کرتے ہیں۔ میرا والد شہید ہو چکا ہے میں یتیم ہوں۔ میرا کوئی پرسان حال نہیں۔ آج مجھے صاف ستھرے کپڑے پہنا کر' اچھا کھانا کھلا کر' انگلی پکڑ کر عید گاہ لے جانے والا کوئی نہیں....... میرے ہم عمر سارے بچے خوشیاں منا رہے ہیں اور میں اپنے مقدر کو رو رہا ہوں۔ اس پر سرکار دو جہان ﷺ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔ آپ ﷺ نے بچے کی انگلی پکڑی اور عید گاہ جانے کے بجائے واپس آستانہ نبوت کی طرف لوٹ پڑے۔ گھر آ کر گھر والوں سے فرمایا کہ اسے نہلاؤ' صاف کپڑے پہناؤ' اچھا کھانا کھلاؤ اور آج ہم اسے اپنے ساتھ عید گاہ لے جائیں گے۔ جب یہ یتیم بچہ تیار ہو گیا تو سیدہ آمنہ کے در یتیم (ﷺ) نے اس کی انگلی پکڑی

اور عیدگاہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اب یہ یتیم بچہ مسکراتے ہوئے جا رہا تھا۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس روح پرور منظر کی منظر کشی یوں فرماتے ہیں کہ

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

یہ خوبصورت' ایمان افروز واقعہ' سماجی خدمت کی اعلیٰ ترین مثال ہے کہ عید ظلم و زیادتی کرنا نہیں بلکہ اصل عید یہ ہے کہ بے سہارا اور مستحق افراد کی دستگیری کی جائے دکھی لوگوں کے دکھ بانٹے جائیں۔ سماجی خدمت کا جذبہ بیدار کیا جائے یہی اسلام کا منتہائے نظر ہے یہی سنت نبوی ہے اور یہی رب کریم کی رضا کے حصول کا صحیح راستہ ہے۔

اکابرین اسلام اور ہمارے اسلاف نے عید کو جس انداز میں منایا وہ ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ نماز عید الفطر ادا کرنا شرعاً واجب ہے کیونکہ سب سے پہلے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید ہجرت کے دوسرے سال ادا فرمائی اور پھر ہمیشہ اہتمام کے ساتھ ادا فرماتے رہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "جس نے عید کے دن تین سو مرتبہ "سبحن الله وبحمده" کا وظیفہ کیا اور پھر اس کا ثواب مسلمان وفات شدگان کو ہدیہ کر دیا تو ہر مسلمان کی قبر میں ایک ہزار انوار داخل ہوں گے اور جب یہ وفات پائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی قبر میں بھی ایک ہزار انوار داخل فرمائے گا۔"

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے مکاشفتہ القلوب میں اسے روایت کیا ہے اور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک فرمان' عید کے حوالے سے صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے کہ "اپنی عیدوں کو تکبیروں سے زینت بخشو"

حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں عید کے روز اپنے گھر کا دروازہ بند کر کے زار و قطار روتے تھے۔ لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا اور رونے کا سبب پوچھا۔

کہ عید تو خوشی و مسرت اور شادمانی کا پیغام لاتا ہے مگر اے امیرالمؤمنین (رضی اللہ عنہ) آپ رو رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب میں ارشاد فرمایا........ ھذا یوم العید وھذا یوم الوعید........ یہ عید کا دن بھی ہے اور وعید کا دن بھی ہے۔

جس کے نماز اور روزے مقبول ہو گئے بے شک اس کے لئے آج عید ہے۔ خوشی و مسرت کا دن ہے۔ لیکن جس کی عبادات قبول نہیں ہوئیں یا جسے عبادت و ریاضت کی توفیق نہیں ہوئی اس کے لئے تو یہ دن "یوم وعید" ہے۔ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ خدا خبر میری عبادات کو قبول بھی کیا گیا ہے یا نہیں۔۔۔۔ اللہ اکبر........ انا لا ادری امن المقبولین امن المطرودین........

یہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی رسول کا خوف خدا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن اللہ تعالیٰ زمین پر رحمت کی نظر ڈالتا ہے۔ تم کو چاہئے کہ ان دنوں میں گھروں سے باہر نکلا کرو تاکہ خدا کی رحمت کا نفع تمہیں بھی حاصل ہو۔" آپ رضی اللہ عنہ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ "عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ کو ذکر الٰہی' حمد و ثناء اور عظمت و پاکیزگی کے بیان سے زینت دو۔"

امیر المومنین مولائے کائنات سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ' ارشاد فرماتے ہیں کہ "مومن کے لئے وہ دن یوم عید ہے جب وہ اللہ کی نافرمانی سے باز رہا"

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ مومن کی پانچ عیدیں ہوتی ہیں:-

1- جس دن وہ گناہوں سے محفوظ رہے۔

2- جس دن وہ ایمان سلامت لے کر جائے۔

3- جس دن وہ پل صراط سے سلامتی ایمان کے ساتھ گزر جائے گا۔

4- جس دن وہ جنت میں داخل ہو گا۔

5- جس دن اسے پروردگار کا دیدار نصیب ہو گا۔

حضور پرنور سیدنا غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ عیدالفطر کے دن آہ و بکا کر رہے تھے۔ پوچھنے پر ارشاد فرمایا۔ "لوگ کہتے ہیں کہ کل عید ہے........ کل عید ہے..... اور وہ خوش ہیں۔ لیکن میں تو اس دن کو عید سمجھوں گا جب سلامتی ایمان کے ساتھ اس دنیا سے جاؤں گا........ یقیناً یہ تقویٰ کی معراج ہے۔ حضرت وہب بن

منبہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ شیطان ہر عید کے دن غمزدہ ہوتا ہے وہ آہ وزاری کرتا ہے پھر شیطان کے چیلے اس کے ارد گرد اکٹھے ہو کر اس سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے غضبناک اور غمزدہ ہونے کا سبب کیا ہے؟ تو وہ انتہائی صدمے کے ساتھ کہتا ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آج کے دن امت محمد ﷺ کو بخش دیا لہٰذا تم انہیں لذتوں اور خواہشات نفسانی میں مشغول کرو"۔ آپ ﷺ ہی کا ارشاد گرامی ہے کہ "عید الفطر کا یوم سعید اس شخص کے لئے خوشی اور زینت کا دن ہے جس کا روزہ قبول ہو"۔ حضرت ابو سعید خدری ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ شوال کی پہلی تاریخ کو یعنی عید الفطر کے دن، روزہ نہ رکھو۔ عید کے روز کھاؤ، پیو اور خدا کی نعمتوں کا شکر ادا کرو۔

حجتہ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ "جب عید ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیجتا ہے جو زمین پر اترتے ہیں اور وہ گلی کوچوں اور راستوں میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور بلند آواز سے کہتے ہیں۔ جسے جن و انس کے سوا ساری مخلوق سنتی ہے وہ کہتے ہیں کہ "اے محمد ﷺ کی امت! اپنے رب کی طرف آؤ۔ وہ تمہیں عطائے عظیم دے گا اور تمہارے بہت بڑے گناہ معاف کرے گا۔ اور جب لوگ عید گاہوں میں آ جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے۔ مزدوری کا بدلہ کیا ہے جب مزدور اپنا کام مکمل کر لے؟ فرشتے کہتے ہیں اس کا بدلہ یہ ہے کہ اسے پورا اجر دیا جائے۔ تب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ میں ان لوگوں کے لئے اپنی بخشش اور رضا کو ان کا اجر بنایا ہے۔"

عید کی نماز سے پہلے صدقہ فطر مستحقین کو ادا کرنا لازم ہے۔ اس سے ایک اہم فریضہ کی ادائیگی ہوتی ہے اور مالی طور پر کمزور افراد کی امداد کر کے انسان کو روحانی مسرت حاصل ہوتی ہے صدقہ فطر ادا کرنا شرعاً واجب ہے اور یہ عید کے دن صبح صادق طلوع ہوتے ہی واجب ہو جاتا ہے جسے نماز عید سے قبل ادا کرنا مستحب ہے۔ ویسے روز عید سے پہلے بھی ادا کر سکتے ہیں۔ صدقہ فطر کی ادائیگی سے ایک روحانی فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ روزہ میں جو کوئی خلل واقع ہو چکا ہے اس کی تلافی ہو جاتی ہے۔

آیئے مل کر دعا کریں کہ اے اللہ ہمیں عید کے تقدس مآب تقاضوں کو کماحقہ نبھانے کی توفیق عطا فرما۔۔۔۔۔ آمین

یا اللہ جل جلالہ
یا رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
توجہ فرمائیں
سواد اعظم اہلسنت وجماعت کا مستند صحیح ترین اردو ترجمہ قرآن اور تفسیر
کنز الایمان شریف
بے ادبی و بے حرمتی سے مبرا بے نظیر ترجمہ و بے عدیل تفسیر
ترجمہ: اعلیحضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر خزائن العرفان حضرت صدر الافاضل سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ
تفسیر نور العرفان حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی
ترجمہ خریدتے کنز الایمان کا نام ضرور یاد رکھیں
بزم انوار رضا
انوار رضا لائبریری
۴/۱۹۸ جوہر آباد ضلع خوشاب

ملنے کا پتہ: ۱۔ فصیح روڈ۔ اسلامیہ پارک لاہور فون: ۷۵۹۴۰۰-۳

عقائد کی پختگی اور اعمال کی اصلاح کیلئے بہترین کتب

زیورِ طبع سے آراستہ انمول خزانے

۱۔ آدابِ فرزندی — خواجہ غلام فخر الدین سیالوی
۲۔ فضائلِ قربانی — شارح بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی
۳۔ امام احمد رضا، ایک ہمہ جہت شخصیت — مولانا کوثر نیازی
۴۔ جانِ جاناں — ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد
۵۔ عیدوں کی عید — ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد
۶۔ کنز الایمان کا تعارف اور موازنہ — علامہ الحاج ابو داؤد محمد صادق رضوی
۷۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم — صاحبزادہ سید ارشد سعید کاظمی
۸۔ محمد خاتم النبیین — ملک محبوب الرسول قادری
۹۔ مصطفائی اخلاق — ملک محبوب الرسول قادری
۱۰۔ فضائل سیدہ فاطمۃ الزہرا — ملک محبوب الرسول قادری
۱۱۔ ذکرِ حسین علی جدہ وعلیہ السلام — ملک محبوب الرسول قادری
۱۲۔ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ — ملک محبوب الرسول قادری
۱۳۔ موت سے ایصالِ ثواب تک — ملک محبوب الرسول قادری
۱۴۔ تبلیغی جماعت سے اختلاف کیوں؟ — صاحبزادہ ظفر الحق بندیالوی
۱۵۔ فضائلِ شبِ قدر — صاحبزادہ خواجہ محمد احمد چشتی
۱۶۔ ذکرِ مصطفیٰ اور مذاہبِ عالم — ملک محبوب الرسول قادری
۱۷۔ لباسِ نبوی — حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۸۔ شہرِ بے مثال مدینۃ الرسول — ترجمہ علامہ اکبر علی خان قادری

نوٹ: مفت تقسیم کرنے کے لیے مندرجہ بالا کتب اور رسائل کی اشاعت کے سلسلہ میں مخیر حضرات ہم سے رابطہ فرمائیں۔ شکریہ

محبوب قادری کی زیرِ طبع تصانیف

۱۔ رفعتوں کے آسمان
۲۔ نبی رحمت شفیع امت
۳۔ معجزاتِ نبی کی ایک جھلک
۴۔ جشنِ میلاد کے تقاضے
۵۔ رسولِ مرسلاں مالکِ دوجہاں
۶۔ اسلام اور اسکے تقاضے
۷۔ اسلام کا نظامِ عدل و انصاف
۸۔ نعت اور آدابِ نعت
۹۔ نیرِ تاباں (حضرت شیخ احمد کبیر رفاعیؒ)
۱۰۔ روزے کا اسلامی تصور
۱۱۔ اسلامی عیدیں
۱۲۔ پنجتن کے گھرانے کی عظمت تو ذرا دیکھو
۱۳۔ علامہ اقبال اور حبِ رسول
۱۴۔ بنائے لا الہ
۱۵۔ حق چار یار
۱۶۔ عشقِ بلال
۱۷۔ مناقبِ غوثیہ
۱۸۔ قادریہ وظائف و اوراد
۱۹۔ تصوف اور مخالفین کی سازشیں
۲۰۔ مینارۂ نور (امام بریلوی)
۲۱۔ برصغیر میں سلسلہ چشتیہ کی خدمات
۲۲۔ تاجدار گولڑہ کے روحانی تصرفات
۲۳۔ قلندر لاہوری کا آفاقی پیغام
۲۴۔ قائد اعظم اور صوفیائے کرام
۲۵۔ نور نور چہرے
۲۶۔ انقلاب اسلامی پاکستان کا مقدر
۲۷۔ رسولِ عربی
۲۸۔ وادی سون سکیسر کی سیر
۲۹۔ شاہ ہمدان سیرت و تعلیمات
۳۰۔ مورخینِ اسلام

ملنے کا پتہ: **بزمِ انوارِ رضا** ۱۹۸/۴ جوہر آباد (پنجاب) پاکستان پوسٹ کوڈ ۴۱۲۰۰